اسلامی احکام کی علتوں اور حکمتوں پر مشتمل منفرد کتاب بنام

اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول

موضوع

عقائد کی حکمتیں

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد
☆... انبیاء ورسل علیہم السلام کے متعلق عقائد
☆... ملائکہ کے متعلق عقائد
☆... آسمانی کتابوں کے متعلق عقاید
☆... جِنّ کے متعلق عقائد
☆... عالمِ برزخ کے متعلق عقائد
☆... قیامت اور موت کے بعد اٹھایا جانا
☆... جنت ودوزخ کے متعلق عقائد
☆... اچھی اور بری تقدیر کے متعلق عقائد

مصنف

مولانا محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری

نام کتاب	:	اسلامی احکام کی حکمتیں (حصہ اوّل)
موضوع	:	عقائد کی حکمتیں
مصنف	:	مولانا محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری
کمپوزنگ	:	مولانا محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری
صفحات	:	144
باہتمام	:	ادارہ المجمع الحنیفه
بارِ اوّل	:	۱۴۳۹ھ / ۲۰۱۸ء
تعداد	:	۱۱۰۰
پتہ	:	فیضانِ مدینہ، تاج نگری فیس ۲، تاج گنج آگرہ، یوپی الہند ۲۸۲۰۰۱

Mb: 8808693818

میں اپنی اس تصنیف کو اپنے رہبر و مقتدی، سیدی و مرشدی، شیخ طریقت امیر اہلِ سنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال

محمد الیاس عطار قادری رضوی

(زید مجدہ و شرفہ و علمہ و عملہ و عمرہ)

کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں

محمد شفیق عطاری المدنی فتحپوری

کلامِ شیخِ طریقت امیرِ اہلِ سنت، بانیِٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی (دامت برکاتہم العالیہ)

عمل کا ہو جذبہ عطا یا الٰہی
گناہوں سے مجھ کو بچا یا الٰہی

میں پانچوں نمازیں پڑھوں با جماعت
ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی

میں پڑھتا رہوں سُنّتیں وقت ہی پر
ہوں سارے نوافل ادا یا الٰہی

دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت
رہوں با وضو میں سدا یا الٰہی

ہو اَخلاق اچھا ہو کردار سُتھرا
مجھے مُتّقی تُو بنا یا الٰہی

نہ نیکی کی دعوت میں سُستی ہو مجھ سے   بنا شائقِ قافلہ یا الٰہی
صدائے مدینہ دُوں روزانہ صدقہ   ابو بکر و فاروق کا یا الٰہی
سبھی مُشت داڑھی و گیسو سجائیں   بنیں عاشقِ مصطفیٰ یا الٰہی
ہر اِک مدنی انعام اے کاش پاؤں   کرم کر پئے مصطفیٰ یا الٰہی

غُصیلے مزاج اور تَمسخُر کی خصلت
سے عطار کو تو بچا یا الٰہی

فہرست

أزليته ، والحكيم في سلطنته ، والكريم في عزته ، لا شبيه له في ذاته وصنعته ، ولا نظير له في مملكته ، صانع كل شيء مصنوع بقدرته ، المتكلم بكلامه الأزلي ليس بخارج من صفته ، أحمده على نعمته ، وأستعين به على دفع نقمته ، والصلوة والسلام على ختم الأنبياء بمحمد ﷺ وعلى آله وعترته .

درود شریف کی فضیلت

عَنْ رُوَيْفِعِ بن ثَابِتٍ ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَنْ قَالَ : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفَعْتُ لَهُ . حضرت رویفع بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیامَةِ" اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔(معجم کبیر ج۵ص۲۵حدیث۴۴۸۰)

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرتِ محمد ﷺ پر رحمت نازِل فرمااور انہیں قیامت کے روز اپنی بار گاہ میں مُقرَّب مقام عطافرما۔

وجہِ تصنیف

اللہ عزوجل کا کروڑہا کروڑ احسان کہ اس نے ہمیں انسان بنایااوراسلام کی دولت سے سرفراز فرمایااور ہماری بھلائی کے لئے اس نے ہم پر کچھ احکام فرض فرمائے جن کو ہم اسی کی توفیق سے ان احکامات کو دل و جان سے مانتے اور بخوشی ان پر عمل کرتے ہیں۔لیکن ہمارے معاشرے میں بعض ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو علمِ دین سے دوری کے سبب آئے دن اسلامی احکامات پر چوں و چراں کرتے ،اسلامی احکامات کو عقلی ترازو پر تولتے دکھائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے جو ہم پر احکام فرض فرمائے ہیں ان کی حکمت کیا ہے ؟لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جس میں اسلامی احکام کی حکمتیں اور عقلی دلائل موجود ہوں جس سے اسلامی احکام کی اہمیت اجاگر ہو سکے،انہی حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو تحریر کیا گیاہے ۔اللہ عزوجل سے دعاہے کہ وہ اس کتاب کو مقبولیت عطافرمائے اور عوامِ اہلِ سنت کے لئے نفع بخش بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

تعارفِ مصنف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِیْ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

مولانا نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئ چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی، ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام **شفیق المصباح** تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

موصوف کی تصنیف :

☆...ما فعل اللہ بک (حصہ اول)

☆...ما فعل اللہ بک (حصہ دوم)

☆...ما فعل اللہ بک (حصہ سوم)

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول موضوع عقائد کی حکمتیں

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ دوم موضوع پانچ نمازوں کی حکمتیں

☆...شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ

☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح

☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)

☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

☆... کیا حال ہے؟

☆... قرآنی سورتوں کے مضامین

☆...موت کے وقت

☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات

عرض مصنف

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی ہم حکمت کا لفظ سنتے ہیں تو فوراً ہمارا ذہن علمِ طب کی جانب جاتا ہے کہ حکمت سے مراد ڈاکٹری ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حکمت کا لفظ اپنے دامن میں بہت وسعت رکھتا ہے (جیسے کہ آگے ہم بیان کریں گے) کہ یہ ایک ایسا وصف ہے جس سے متصف ذاتِ باری تعالی بھی ہے جیسے کہ قرآنِ عظیم میں جابجا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔(بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے) (پ۔۱۔البقرہ۔۳۲) اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا) (پ۔۳۔ال عمران۔۶)اور اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے) (پ۔۴۔النساء۔۱۱)مذکور ہے۔ نیز قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں لفظ (الْحَكِيْم) ۴۲ بار آیا ہے جس میں سے تین بار قرآنِ کریم کے لئے اور ایک بار نصیحت کے لئے اور ۳۸ مرتبہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے استعمال ہوا ہے اور لفظ (حَكِيْماً)اللہ تعالیٰ کے لئے ۱۶ مقامات میں استعمال ہوا ہے نیز لفظ (اَحْكَمُ الْحٰكِيْمِيْنَ) اللہ تعالیٰ کے لئے قرآنِ کریم میں ۲ بار استعمال ہوا ہے، جبکہ لفظ (حکمۃ) ۲۰ مقامات پر مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ان اعداد سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا اسلام دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ اپنے ماننے والوں کو حکمت کا درس بھی دیتا ہے مگر افسوس کہ ہم ان تعلیمات سے دور ہو کر غیروں کے بیان کئے ہوئے فارمولوں اور ان کی تجویز کردہ اصولوں سے متأثر ہو کر حکمت و دانائی کا تاج ان کے سروں پر سجاتے ہوئے نہیں تھکتے اور انہیں علم و حکمت کا بانی سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں، اور ان کی جانب سے اسلام کے احکام پر کئے جانے والے نکتہ چینیوں اور اعتراضات پر کان رکھ کر اسلام کے پاکیزہ قوانین و احکام کے متعلق طرح طرح سے سوالات کرتے ہیں مثلاً:

اللہ کا ہونا کیوں ضروری ہے ؟ ایک اللہ اتنی بڑی دنیا کو اکیلے کیسے چلا رہا ہے؟ اگر اللہ ہے تو دیکھائی کیوں نہیں دیتا؟ اللہ نے ساری چیزوں کو پیدا فرمایا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ کیا اللہ ہر وقت جاگتا ہی رہتا ہے سوتا کیوں نہیں؟ اللہ سب کو موت دیتا ہے تو اللہ کو کون موت دے گا؟ اللہ ہی عبادت کا مستحق کیوں ہے؟ اور کوئی کیوں نہیں؟ اللہ کا نام اللہ کیوں ہے ؟ اسلام میں پانچ نمازیں کیوں فرض کی گئیں؟ جماعت سے نماز پڑھنا کیوں واجب کیا گیا؟ دو نمازوں میں سرّی اور تین نمازوں میں جہری قرأت کیوں کی جاتی ہے؟ رمضان کے تیس

روزے کیوں فرض کئے گئے ؟ اور تیس ہی کیوں کم یا زیادہ کیوں نہیں ؟ زکوۃ کیوں فرض کی گئی ؟ اور وہ بھی ڈھائی فیصد ہی کیوں ؟ حج کیوں فرض کیا گیا ؟ اور وہ بھی مکے میں کیوں ؟ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ ہر دور میں حکمت و دانائی کے تاج کے حقیقی حقدار صرف اور صرف مسلمان رہے ہیں اور رہیں گے ان شاء اللہ عزوجل۔ اس بات کی تائید حدیثِ رسول ﷺ کرتی ہے جیسے کہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۷۳۶ صفحات پر مشتمل کتاب جنت میں لے جانے والے اعمال (جو کہ حافظ محمد شرفُ الدین عبد المُؤمِن بن خَلف دَمیاطی علیہ الرحمۃ کی مصنفہ اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ کا اردو ترجمہ ہے) کے صفحہ نمبر ۳۹ میں سنن ترمذی کے حوالے سے مذکور ہے :

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ ﷺ نے فرمایا کہ " حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے لہٰذا مومن اسے جہاں پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔" (سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم ۲۶۹۶، ج ۴، ص ۳۱۴)

مِلّتِ اسلامیہ کا حال بزبان اقبال

سبحٰن اللہ ! کتنا پیارا ارشاد ہے کہ حکمت مؤمن کا گمشدہ خزانہ ہے لہذا مؤمن اسے جہاں پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے لہذا اگر کوئی حکمت کی بات غیروں کے پاس دیکھیں تو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ان کا ہے بلکہ وہ ہمارا ہے کیونکہ اس کا علم ہمیں ہمارے رسول ﷺ نے دیا ہے۔ مگر بد قسمتی سے ہم اس کو انہی کا جانتے ہوئے ان کے سروں پر عزّت کا تاج سجاتے ہیں، اور بھول جاتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ انہی حالات کو دیکھ کر ڈاکٹر اقبال تڑپتے ہوئے کہا تھا :

جو قوم کے مالک تھی علوم اور حِکَم کی	اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھوج ان کے کمالات کا لگتا اب اتنا	گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی	وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بقضا ہے

اور پھر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہ میں امت کا حال سنایا تھا کہ :

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی	پر نام تیری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

اے گنبدِ خضریٰ کے مکیں ﷺ :

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر	مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت	سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت	شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے

مصطفے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اب جو ہو گیا سو ہو گیا اب آپ ہی سے فریاد ہے آپ ہی ہمیں بچایئے:

فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں	بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ہمارا اسلام کتنا پیارا مذہب ہے کہ جہاں زندگی کے ہر پہلو میں ہماری رہنمائی کرتا اور پیدائش سے لے کر موت بلکہ اس سے بھی آگے تک کا مکمل ضابطۂ حیات عطا کرتا ہے وہیں حکمت کے متعلق بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ حکمت کیا ہے؟ حکمت دینے والا کون ہے؟ صاحبِ حکمت حکمت کس کو عطا کرتا ہے؟ حکمت کہاں ملتی ہے؟ حکمت کیسے ملتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ

ان تمام وجوہات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو تحریر کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں تک یہ پیغام پہونچایا جائے کہ جس چیز کے وارث ہم غیروں کو قرار دیتے ہیں وہ لوگ اس کے وارث نہیں بلکہ ہم اس کے حقیقی وارث ہیں۔ لہٰذا کتاب بنام اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اوّل عقائد کی حکمت پر، حصہ دوم پانچ نمازوں کی حکمت پر، حصہ سوم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی حکمت پر، حصہ چہارم سرّی اور جہری نماز کی حکمت پر، حصہ پنجم وضو کی ترتیب و فرائضِ وضو کی حکمت پر مشتمل ہوگی، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔

محمد شفیق حنان عطاری المدنی فتحپوری

حکمت کیا ہے؟

حکمت کیا ہے؟اس کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں کہ ''حکمت'' عقل و فہم کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ''حکمت'' معرفت اور اصابت فی الامور کا نام ہے۔ اور بعض کے نزدیک حکمت ایک ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے دل میں یہ رکھ دیتا ہے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو نیند کی حالت میں اچانک حکمت عطا فرما دی تھی۔ بہر حال نبوت کی طرح حکمت بھی ایک وہبی چیز ہے، کوئی شخص اپنی جدوجہد اور کسب سے حکمت حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح کہ بغیر خدا کے عطا کئے کوئی شخص اپنی کوششوں سے نبوت نہیں پا سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ نبوت کا درجہ حکمت کے مرتبے سے بہت اعلیٰ اور بلند تر ہے۔ (تفسیر روح البیان، ج۷، ص ۷۴۔۷۵، (ملخصاً) پ۲۱، لقمان: ۱۱)

صاحبِ خزائن العرفان سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ کے تحت لکھتے ہیں: حکمت کے معنی میں بہت اقوال ہیں بعض کے نزدیک حکمت سے فقہ مراد ہے' قتادہ کا قول ہے کہ حکمت سنت کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ حکمت علم احکام کو کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ حکمت علمِ اسرار ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

قرآن پاک میں حکمت کتنے معانی کے لئے آیا ہے؟

لفظِ حکمت قرآنِ پاک میں چند معانی کے لئے استعمال ہوا ہے:

(۱) پختہ علم کے معنی میں جیسے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۟ (پ۔۱۔البقرۃ۔۱۲۹)	ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

(۲) حکمت کے معنی میں جیسے:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۟ (پ۔۳۔ال عمران۔۴۸)	ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔

(۳) پکی تدبیر کے معنی میں جیسے:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ۔ (پ۔۱۴۔النحل۔۱۲۵)	**ترجمۂ کنزالایمان:** اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

حکمت کون دیتا ہے اور کسے دیتا ہے؟

حکمت دینے والا اللہ رب العزت کی ذات ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے جیسے کہ فرمانِ باری ہے:

یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبٰبِ ﴿۲۶۹﴾ (پ۔۳۔البقرۃ۔۲۶۹)	**ترجمہ کنزالایمان:** اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

اللہ تعالیٰ نے حکمت کس کس کو عطا فرمائی؟

جن جن حضرات کو حکمت عطا کرنے کا ذکر صراحۃً قرآنِ پاک میں کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرتِ داؤد علیہ السلام کو:

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ۔ (پ۔۲۔البقرۃ۔۲۵۱)	**ترجمہ کنزالایمان:** اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام کے والد ایشا طالوت کے لشکر میں تھے اور انکے ساتھ انکے تمام فرزند بھی حضرت داؤد علیہ السلام ان سب میں چھوٹے تھے بیمار تھے رنگ زرد تھا بکریاں چراتے تھے جب جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابلہ طلب کیا وہ اس کی قوت جسامت دیکھ کر گھبرائے کیونکہ وہ بڑا جابر قوی شہ زور عظیم الجثہ قد آور تھا طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور نصف ملک اس کو دوں گا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو طالوت نے اپنے نبی حضرت شمویل علیہ السلام سے عرض کیا کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں آپ نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کریں گے

طالوت نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دوں اور نصف ملک پیش کروں آپ نے قبول فرمایا اور جالوت کی طرف روانہ ہو گئے صف قتال قائم ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام دست مبارک میں فلاخن لے کر مقابل ہوئے جالوت کے دل میں آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے باتیں بہت متکبرانہ کیں اور آپ کو اپنی قوت سے مرعوب کرنا چاہا آپ نے فلاخن میں پتھر رکھ کر مارا وہ اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا اور جالوت مر کر گر گیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو لا کر طالوت کے سامنے ڈال دیا تمام بنی اسرائیل خوش ہوئے اور طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حسب وعدہ نصف ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی تمام ملک پر حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت ہوئی (جمل وغیرہ)

اور حکمت عطا کرنے سے نبوت مراد ہے۔ اور جو چاہا سکھایا سے مراد زرہ بنانا اور جانوروں کا کلام سمجھنا ہے جیسا کہ پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 79، 80 میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(۲) آلِ ابراہیم علیہ السلام کو:

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔ (پ۔۵۔النساء۔۵۴)	ترجمہ کنزالایمان: تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

(۳) حضرتِ لقمان کو:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ۔ (پ۔۲۱۔لقمٰن۔۱۲)	ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر۔

(۴) حضرتِ یحیٰ علیہ السلام کو:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾ (پ۔۱۶۔مریم۔۱۲)	ترجمہ کنزالایمان: اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

(۵) حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ-	**ترجمہ کنزالایمان:** جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسٰی یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکّی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔ (پ۔۷۔المائدۃ۔۱۱۰)

(۶) ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (پ۔۵۔النساء۔۱۱۳)	**ترجمہ کنزالایمان:** اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو حکمت عطا فرمائی

مذکورہ آیات سے کہیں یہ وہم پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان ہی حضرات کو حکمت عطا فرمائی ہے بلکہ اللہ عزوجل نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو حکمت عطا فرمائی ہے جیسے کہ فرمانِ خداوندی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ- (پ۔۳۔ال عمران۔۸۱)	**ترجمہ کنزالایمان:** اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

ہمارے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حکمت کے معلّم بھی ہیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لطف کی بات یہ کہ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو حکمت عطا کرنے کا بیان رب تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں تو فرمایا مگر ان میں سے کوئی حکمت سکھانے والا بھی ہے نہ بیان

فرمایا جبکہ ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو حکمت دی بھی اور آگے دوسروں کو حکمت دینے والا، حکمت تقسیم فرمانے والا بھی بنایا ہے اور اس کا ذکر قرآن کے ایک یا دو مقام پر نہیں بلکہ تین مقام پر فرمایا ہے مثلاً:

(۱) كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾۔	**ترجمہ کنزالایمان:** جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (پ۔۲۔البقرۃ۔۱۵۱)

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (پ۔۴۔ال عمران۔۱۶۴)	**ترجمۂ کنزالایمان:** بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلے گمراہی میں تھے۔

(۳) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ (پ۔۲۸۔الجمعۃ۔۲)	**ترجمہ کنزالایمان:** وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

حکمت کہاں ملتی ہے؟

سرکار مدینہ ﷺ کافرمان عالیشان ہے: ''جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج ۴، ص ۱۲۲) رہنمائے جدول ص ۱۷۰

حکمت کیسے ملتی ہے؟

حضرت سَیِّدُنا شبلی رضي الله تعالي عنه نے فرمایا، "میں جس دن الله تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اسی دن حکمت وعبرت کا ایسا دروازہ دیکھتا ہوں جو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۱۹۸) (خوفِ خدا ص ۳۴)

حکمت کم بولنے سے ملتی ہے

حضرتِ سَیِّدُنا ابُوسَلَمہ صَنعانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا کعب الاحبار عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: کم بولنا حکمت ہے، خاموشی اختیار کرو کیونکہ یہ اچھی خصلت ہے اور اس سے بوجھ اور گناہ کم ہوتے ہیں، بُردباری کے دروازے کو سنوارو اور اس کا دروازہ خاموشی اور صبر ہے۔ الله عَزَّ وَجَلَّ زیادہ ہنسنے والے اور چغلخور کو پسند نہیں فرماتا اور وہ اس حکمران کو پسند کرتا ہے جو چرواہے کی طرح ہو (یعنی رعایا کا محافظ ہو) اور اپنی رعایا سے غافل نہ ہو۔ جان لو کہ حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے لہٰذا علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ اسے اٹھالیا جائے اور اس کا اٹھ جانا یہ ہے کہ عُلَماء دنیا سے رُخصت ہو جائیں گے۔

(حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء (جلد:۵) ص ۴۹۱)

الٰہی! اپنی رحمت سے تو حکمت کا خزینہ دے	ہمیں عقلِ سلیم مولیٰ! پئے شاہِ مدینہ دے

(وسائلِ بخشش)

پر حکمت گفتگو

بعض حکماء کہتے ہیں: "فضول کلام چھوڑ دینا گفتگو میں حکمت پیدا کرتا ہے، پریشان نظری چھوڑ دینا خشوع اور خشیت (یعنی عاجزی اور خوف) پیدا کرتا ہے، فضول شئے کھانے سے اجتناب کرنا عبادت میں مٹھاس پیدا کرتا ہے، زیادہ ہنسنے کو چھوڑنا رعب پیدا کرتا ہے اور حرام میں رغبت نہ کرنا محبت پیدا کرتا ہے، لوگوں کے عیوب کی جستجو چھوڑنا عیوب کی اصلاح کا سبب ہے اور اللہ عزوجل کے معاملہ میں وہم کو چھوڑ دینا شک، شرک اور نفاق کو ختم کر دیتا ہے۔

(آنسوؤں کا دریا ص ۲۴۰-۲۴۱)

حکمت کیسے ملتی ہے؟ کے متعلق چند احادیث

الحمد للہ عزوجل اللہ رب العزت کی عطا سے ہمارے پیارے آقا مکی مدنی مصطفے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حکمت و دانائی فہم و فراست کے معلم ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی امت کو ان تمام چیزوں کی تعلیم فرمائی اور اپنی امت کو اپنے فرامین کے ذریعے بتایا کہ حکمت کن کن چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔

☆............نبی اکرم ، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: راس الحکمة مخافة الله یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے۔
(کنزالعمال: رقم ۵۸۷۳) (خوفِ خدا ص ۱۲)

حلال کھانے سے حکمت ملتی ہے

☆............رسولِ اَکرم، نبیٔ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے:" جس نے چالیس دن تک حلال کھایا اللہ عزوجل اس کے دل کو منور فرمادے گا اور اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری فرمادے گا اور دنیا و آخرت میں اس کی رہنمائی فرمائے گا۔"
(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب الحلال والحرام، باب فی فضیلۃ الحلال...الخ، ج۶، ص ۴۵۰)

مخلص کو حکمت ملتی ہے

☆............مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "جو چالیس دن اللہ عزوجل کے لئے مخلص ہو جائے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔"
(حلیۃ الاولیاء، الحدیث: ۶۸۷۹، ج۵، ص ۲۱۵، بدون "من قلبہ")

بردبار صاحبِ حکمت ہوتا ہے

☆............شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:"دو باتیں بہت عجیب ہیں(۱) بے وقوف آدمی سے حکمت کی بات اور(۲) بردبار شخص سے بے وقوفی کی بات، لہٰذا اس بات سے درگزر کر لیا کرو کیونکہ بردبار شخص صاحبِ فراست اور حکمت والا تجربہ کار ہوتا ہے۔"
(کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۸۳۷، ج۳، ص ۵۷)۔

☆.........حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "باوقار شخص بردبار، عالِم صاحبِ فراست اور صاحبِ حکمت تجربہ کار ہوتا ہے۔"

(المرجع السابق، الحدیث: ۵۸۳۸، ایضاً)

☆.........نبئ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب کسی مؤمن کو پروقار انداز میں خاموشی کا پیکر پاؤ تو اس کی قربت حاصل کیا کرو کیونکہ وہ (جب بھی بولے گا تو) صرف حکمت آموز باتیں ہی کہے گا۔ " (احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس وتہذیب الاَخلاق، بیان علامات حسن الخلق، ج۳، ص۸۵، یلقی بدلہ "یلقن")

عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

عقیدہ کے لغوی معنی دل میں جمایا ہوا یقین، ایمان اور اعتقاد کے ہیں۔ عقیدہ کی جمع "عقائد" ہے۔ مومن ہونے کیلئے جن باتوں کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ضروری ہے ان کو اسلامی عقائد کہا جاتا ہے۔ عقائد کی اصلاح و درستگی کے بغیر اچھے سے اچھا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ ارشاد خدا عزوجل ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾	ترجمہ کنزالایمان: اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا۔ یہی ہے دور کی گمراہی۔ (ابراہیم/18)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی انسان کثیر نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرلے لیکن اس کے عقائد میں فساد ہو تو یہ ذخیرہ راکھ کا ڈھیر ثابت ہوں گے۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء اہلسنت نے عقائد کے موضوع پر بہت کچھ لکھا۔

ایمان کی تعریف

ایمان لُغَت میں تصدیق کرنے (یعنی سچا ماننے) کو کہتے ہیں۔ (تفسیر قُرطُبی ج1 ص147) ایمان کا دوسرا لُغوی معنٰی ہے: اَمن دینا۔ چُونکہ مومِن اچّھے عقیدے اِختیار کرکے اپنے آپ کو دائمی یعنی ہمیشہ والے عذاب سے اَمن دے دیتا ہے اس لئے اچّھے عقیدوں کے اختیار کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔ (تفسیرِ نعیمی ج1 ص8) اور

اِصطِلاحِ شَرع میں ایمان کے معنٰی ہیں:"سچّے دل سے اُن سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضَروریاتِ دین سے ہیں۔" (ماخوذ از بہارِ شریعت حصّہ 1 ص92) اور اعلیٰ حضرت امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں :محمدٌ رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو ہربات میں سچا جانے ، حضور کی حقّانیّت کو صِدقِ دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مُقِرّ(یعنی اقرار کرنے والا)ہو اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول(عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم)کا انکار یا تکذیب(یعنی جُھٹلانا)یاتوہین نہ پائی جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج29ص 254)

کُفر کی تعــریف

کُفر کا لُغوی معنٰی ہے:"کسی شے کو چُھپانا۔" (اَلمُفرَدات ص 714) اور اِصطِلاح میں کسی ایک ضَرورتِ دینی کے انکار کو بھی کُفر کہتے ہیں اگرچِہ باقی تمام ضَروریاتِ دین کی تصدیق کرتا ہو۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصّہ 1 ص92) جیسے کوئی شخص اگر تمام ضَروریاتِ دین کو تسلیم کرتا ہو مگر نَماز کی فرضیّت یا ختمِ نبوّت کا مُنکِر ہو وہ کافِر ہے۔ کہ نَماز کو فرض ماننا اور سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو آخِری نبی ماننا دونوں باتیں ضَروریاتِ دین میں سے ہیں۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص۴۰)

ضَروریاتِ دین کی تعــریف

ضَروریاتِ دین کے متعلق میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرتِ علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ اپنی مایہ ناز تصنیف کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب کے صفحہ نمبر ۴۱ میں لکھتے ہیں:

ضَروریاتِ دین، اسلام کے وہ اَحکام ہیں، جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحدانیّت(یعنی اس کا ایک ہونا)، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی نُبُوَّت، نَماز، روزے، حج، جنّت، دوزخ، قِیامت میں اُٹھایا جانا، حساب و کتاب لینا وغیرھا۔ مَثَلًا یہ عقیدہ رکھنا (بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے)کہ حُضُور رحمۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم "خاتَمُ النَّبِیّین"ہیں حُضُورِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ عوام سے مُراد وہ مُسلمان ہیں جو عُلَماء کے طبقہ میں شُمار نہ کئے جاتے ہوں مگر عُلَماء کی صُحبت میں بیٹھنے والے ہوں اور عِلمی مسائل کا ذَوق رکھتے ہوں۔ وہ لوگ مُراد نہیں جو دُور دراز جنگلوں پہاڑوں

میں رہنے والے ہوں جنہیں صحیح کَلِمہ پڑھنا بھی نہ آتا ہو کہ ایسے لوگوں کا ضَروریاتِ دین سے ناواقِف ہونا اِس دینی ضَروری کو غیر ضَروری نہ کردے گا۔ البتّہ ایسے لوگوں کے مسلمان ہونے کے لئے یہ بات ضَروری ہے کہ ضَروریاتِ دین کے مُنکِر(یعنی انکار کرنے والے) نہ ہوں اور یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے۔ ان سب پر اِجمالاً ایمان لائے ہوں۔ (بہارِ شریعت حصّہ 1 ص92 مُلَخَّصاً)

ضَروریاتِ دین کی مزید وضاحت کے لئے نُزہَۃُ الْقاری شرحِ صحیح البخاری جلد اوّل صَفْحَہ 239 سے اِقتِباس مُلاحَظہ ہو، چُنانچِہ شارِحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

ایمان کی تعریف میں ضَروریاتِ دین کا(جو)لفظ آیاہے، اس سے مُراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قَطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرّہ برابر شُبہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو۔ خواص سے مُراد عُلماء ہیں اور عوام سے مُراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر عُلماء کی صُحبت میں رہتے ہوں۔ اِس بِنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثُبُوت قَطعی نہیں تو وہ ضروریاتِ دین سے نہیں مَثَلًا عذابِ قبر، اعمال کا وَزن۔ یونہی وہ باتیں جن کا ثُبُوت قَطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام وخواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضَروریاتِ دین سے نہیں، جیسے صُلبی بیٹی کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چھٹا حصّہ ملے گا۔

جن دینی باتوں کا ثُبُوت قَطعی ہو اور وہ ضَروریاتِ دین سے نہ ہوں ان کا مُنکِر(یعنی انکار کرنے والا) اگر اس کے ثُبُوت کے قَطعی ہونے کو جانتا ہو تو کافر ہے اور اگر نہ جانتا ہو تو اسے بتایا جائے، بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان اور بتانے کے بعد بھی اگر انکار کرے تو کافر۔ (شامی ج3 ص309)

وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثُبوت قَطعی نہیں ان کا مُنکِر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضَروریاتِ مذہبِ اہلسنّت سے ہوں تو (انکار کرنے والا) گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہو تو خاطی(یعنی خطار کار)۔

کتاب کی تقسیم کاری

اسلامی احکام کی حکمتیں پانچ حصوں پر مشتمل ہے، جس کا حصہ اول عقائد کی حکمتیں (۹) ابواب پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا باب:	اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد
دوسرا باب :	انبیاء ورسل علیہم السلام کے متعلق عقائد
تیسرا باب:	ملائکہ کے متعلق عقائد
چوتھا باب :	آسمانی کتابوں کے متعلق عقاید
پانچواں باب :	جِنّ کے متعلق عقائد
چھٹاباب :	عالمِ برزخ کے متعلق عقائد
ساتواں باب :	قیامت اور موت کے بعد اٹھایا جانا
آٹھواں باب :	جنت ودوزخ کے متعلق عقائد
نواں باب :	اچھی اور بری تقدیر کے متعلق عقائد

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو بحُسنِ خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچا کر میرے اور میرے والدین و اساتذہ و پیر و مرشد کے لئے باعثِ نجاتِ دارین بنائے اور تمام مسلمین کے لئے نفع بخش بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حصہ اول

عقائد کی حکمتیں

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد

☆...انبیاءورسل علیہم السلام کے متعلق عقائد

☆...ملائکہ کے متعلق عقائد

☆...آسمانی کتابوں کے متعلق عقاید

☆...جِنّ کے متعلق عقائد

☆...عالمِ برزخ کے متعلق عقائد

☆...قیامت اور موت کے بعد اٹھایا جانا

☆...جنت ودوزخ کے متعلق عقائد

☆...اچھی اور بری تقدیر کے متعلق عقائد

پہلا باب

اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقائد

اللہ تعالی کی ذات وصفات کے متعلق ۲۸ عقائد

عقیدہ: (۱): اللہ ایک ہے۔

عقیدہ: (۲) اللہ کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ احکام میں، نہ اسماء میں۔

عقیدہ: (۳) اللہ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عَدَم مُحال ہے۔

عقیدہ: (۴) اللہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے، اَزَلی کے بھی یہی معنی ہیں۔

عقیدہ: (۵) اللہ باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اِسی کو اَبدی بھی کہتے ہیں۔

عقیدہ: (۶) اللہ ہی اس کا مستحق ہے کہ اُس کی عبادت وپرستش کی جائے۔

عقیدہ: (۷) اللہ بے پرواہ ہے، کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اُس کا محتاج۔

عقیدہ: (۸) اللہ کی صفتیں نہ عین ہیں نہ غیر یعنی صفات اُسی ذات ہی کا نام ہو ایسا نہیں اور نہ اُس سے کسی طرح کسی نحوِ وجود میں جدا ہو سکیں کہ نفسِ ذات کی مقتضٰی ہیں اور عینِ ذات کو لازم۔

عقیدہ: (۹) جس طرح اللہ کی ذات قدیم اَزلی اَبدی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم اَزلی اَبدی ہیں۔

عقیدہ: (۱۰) اللہ کی صفات نہ مخلوق ہیں، نہ زیرِ قدرت داخل۔

عقیدہ: (۱۱) اللہ کی ذات وصفات کے سِوا سب چیزیں حادث ہیں، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔

عقیدہ : (۱۲) اللہ کی ذات کا اِدراک عقلاً مُحَال ہے کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اُس کو محیط ہوتی ہے اور اُس کو کوئی اِحاطہ نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے افعال کے ذریعہ سے اِجمالاً اُس کی صفات، پھر اُن صفات کے ذریعہ سے معرفتِ ذات حاصل ہوتی ہے۔

عقیدہ: (۱۳) نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ بیٹا، نہ اُس کے لیے بی بی۔

عقیدہ : (۱۴) اللہ حَی ہے، یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اُس کے ہاتھ میں ہے، جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

عقیدہ: (۱۵) اللہ ہر ممکن پر قادر ہے، کوئی ممکن اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔

عقیدہ: (۱۶) جو چیز مُحال ہے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ اُس کی قدرت اُسے شامل ہو، کہ مُحال اسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہو سکے اور جب مقدور ہو گا تو موجود ہو سکے گا، پھر مُحال نہ رہا۔ اسے یوں سمجھو کہ دوسرا خدا مُحال ہے یعنی نہیں ہو سکتا تو یہ اگر زیرِ قدرت ہو تو موجود ہو سکے گا تو مُحال نہ رہا اور اس کو مُحال نہ ماننا وحدانیت کا انکار ہے۔ یوہیں فنائے باری مُحال ہے، اگر تحتِ قدرت ہو تو ممکن ہو گی اور جس کی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مُحال پر قدرت ماننا اللہ (عزوجل) کی اُلوہیت سے ہی انکار کرنا ہے۔

عقیدہ : (۱۷) اللہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے اور ہر اُس چیز سے جس میں عیب و نقصان ہے پاک ہے، یعنی عیب و نقصان کا اُس میں ہونا مُحال ہے، بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو، نہ نقصان، وہ بھی اُس کے لیے مُحال، مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی وغیرہا عیوب اُس پر قطعاً محال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے، مُحال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ مُحالات پر قادر نہ ہو گا تو قدرت ناقص ہو جائے گی باطل محض ہے، کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان! نقصان تو اُس مُحال کا ہے کہ تعلّقِ قدرت کی اُس میں صلاحیت نہیں۔

عقیدہ : (۱۸) حیات، قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم، اِرادہ اُس کے صفاتِ ذاتیہ ہیں، مگر کان، آنکھ، زبان سے اُس کا سننا، دیکھنا، کلام کرنا نہیں، کہ یہ سب اَجسام ہیں اور اَجسام سے وہ پاک۔ ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے، ہر باریک سے باریک کو کہ خُوردبین سے محسوس نہ ہو وہ دیکھتا ہے، بلکہ اُس کا دیکھنا اور سننا انہیں چیزوں پر منحصر نہیں، ہر موجود کو دیکھتا ہے اور ہر موجود کو سنتا ہے۔

عقیدہ : (۱۹)اللہ کا علم ہر شے کو محیط یعنی جزئیات، کلیات، موجودات، معدومات، ممکنات، مُحالات، سب کو اَزل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور اَبد تک جانے گا، اشیاء بدلتی ہیں اور اُس کا علم نہیں بدلتا، دلوں کے خطروں اور وَسوسوں پر اُس کو خبر ہے اور اُس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔

عقیدہ : (۲۰)اللہ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے، علمِ ذاتی اُس کا خاصہ ہے، جو شخص علمِ ذاتی، غیب خواہ شہادت کا غیرِ خدا کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔ علمِ ذاتی کے یہ معنی کہ بے خدا کے دیے خود حاصل ہو۔

عقیدہ: (۲۱)اللہ ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

عقیدہ: (۲۲)حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے، ملائکہ وغیرہم وسائل و وسائط ہیں۔

عقیدہ : (۲۳)ر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

عقیدہ : (۲۴)دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے اور آخرت میں ہر سُنّی مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع۔ رہا قلبی دیدار یا خواب میں، یہ دیگر انبیا علیہم السلام بلکہ اولیاکے لیے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو ۱۰۰ بار زیارت ہوئی۔

عقیدہ: (۲۵)اللہ کا دیدار بلا کیف ہے، یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے، جس چیز کو دیکھتے ہیں اُس سے کچھ فاصلہ مسافت کا ہوتا ہے، نزدیک یا دور، وہ دیکھنے والے سے کسی جہت میں ہوتی ہے، اوپر یا نیچے، دہنے یا بائیں، آگے یا پیچھے، اُس کا دیکھنا اِن سب باتوں سے پاک ہو گا۔ پھر رہا یہ کہ کیونکر ہو گا؟ یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیونکر کو یہاں دخل نہیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اُس وقت بتادیں گے۔ اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے، وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے، اُس تک عقل رسا نہیں، اور وقتِ دیدار نگاہ اُس کا اِحاطہ کرے، یہ محال ہے۔

عقیدہ : (۲۶) اللہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے، کسی کو اُس پر قابو نہیں اور نہ کوئی اُس کے ارادے سے اُسے باز رکھنے والا۔

عقیدہ: (۲۷) اللہ کو نہ اُونگھ آئے نہ نیند، تمام جہان کا نگاہ رکھنے والا، نہ تھکے، نہ اُکتائے، تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ماں باپ سے زیادہ مہربان، حلم والا۔ اُسی کی رحمت ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا، اُسی کے لیے بڑائی اور عظمت ہے۔ ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے صورت بنانے والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، قہر و غضب فرمانے والا، اُس کی پکڑ نہایت سخت ہے، جس سے بے اُس کے چھڑائے کوئی چھوٹ نہیں سکتا۔ وہ چاہے تو چھوٹی چیز کو وسیع کر دے اور وسیع کو سمیٹ دے، جس کو چاہے بلند کر دے اور جس کو چاہے پست، ذلیل کو عزت دیدے اور عزت والے کو ذلیل کر دے، جس کو چاہے راہِ راست پر لائے اور جس کو چاہے سیدھی راہ سے الگ کر دے، جسے چاہے اپنا نزدیک بنالے اور جسے چاہے مردود کر دے، جسے جو چاہے دے اور جو چاہے چھین لے، وہ جو کچھ کرتا ہے یا کریگا عدل وانصاف ہے، ظلم سے پاک و صاف ہے، نہایت بلند و بالا ہے، وہ سب کو محیط ہے اُس کا کوئی اِحاطہ نہیں کر سکتا، نفع و ضرر اُسی کے ہاتھ میں ہیں، مظلوم کی فریاد کو پہنچتا اور ظالم سے بدلا لیتا ہے، اُس کی مشیت اور اِرادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، مگر اچھے پر خوش ہوتا ہے اور بُرے سے ناراض، اُس کی رحمت ہے کہ ایسے کام کا حکم نہیں فرماتا جو طاقت سے باہر ہے۔ اللہ عزوجل پر ثواب یا عذاب یا بندے کے ساتھ لطف یا اُس کے ساتھ وہ کرنا جو اُس کے حق میں بہتر ہو اُس پر کچھ واجب نہیں۔ مالک علی الاطلاق ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے، ہاں! اُس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور بمقتضائے عدل کفّار کو جہنم میں، اور اُس کے وعدہ و وعید بدلتے نہیں، اُس نے وعدہ فرمالیا ہے کہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف فرمادے گا۔

عقیدہ : (۲۸) اللہ کے ہر فعل میں کثیر حکمتیں ہیں، خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں اور اُس کے فعل کے لیے غرض نہیں، کہ غرض اُس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے، نہ اُس کے فعل کے لیے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے اور نہ اُس کے افعال علّت و سبب کے محتاج، اُس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق عالَمِ اسباب میں مسبّبات کو اسباب سے ربط فرمادیا ہے، آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی

ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے، وہ چاہے تو آنکھ سُنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ پیاس بجھائے، نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سُوجھے، کروڑ آگیں ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے۔

نوٹ: یہ تمام عقائد بہارِ شریعت حصہ اول سے نقل کئے گئے ہیں لہٰذا ان تمام عقائد کے حوالہ جات وہیں سے دیکھ لئے جائیں۔

اللہ عزوجل ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عزوجل کے موجود ہونے کا بیان تمام آسمانی کتابوں میں ہے۔ نیز ربِ کائنات نے عالم کے ذرے ذرے میں اس کے دلائل قائم فرما دیئے۔ تمام چیزیں کتابوں سے پڑھی جاتی ہیں مگر توحید وہ مضمون ہے جس کے لئے کسی خاص کتاب کی ضرورت نہیں بلکہ عالم کا ہر ذرہ اس مضمون کی خود ایک پر دلیل کتاب ہے جیسے پتھر، ڈھیلے، نباتات، درخت، حیوان، آسمان، زمین، ستارے، خشکی، سمندر، آگ، ہوا، جوہر اور عرض وغیرہ کہ ان سے پہلے خود ہمارے نُفوس، اجسام، اوصاف، احوال، دلوں کا بدلنا اور ہماری حرکات و سکنات کی تمام حالتیں وجودِ باری تعالٰی پر گواہ ہیں۔

موجودات میں سب سے ظاہر تر اور روشن ذاتِ باری تعالٰی ہے اور یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام معرفتوں سے پہلے اس ذات کی معرفت ذہنوں میں ہو اور یہی سب سے زیادہ عقلوں پر آسان ہو لیکن مُعاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ لہٰذا اس کا سبب بیان کرنا ضروری ہے اور ہم نے یہ جو کہا کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام موجودات سے زیادہ ظاہر اور روشن ہے۔" اس کی ایک وجہ ہے جسے ایک مثال سے ہی سمجھا جاسکتا ہے اور مثال یہ ہے کہ جب ہم کسی انسان کو لکھتے ہوئے یا کپڑے سیتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس کا زندہ ہونا تمام موجودات میں سے ظاہر تر ہوتا ہے۔ پس ہمارے نزدیک اس کی حیات، علم، قدرت اور کپڑے سینے کا ارادہ اس کی تمام ظاہری اور باطنی صفات سے زیادہ روشن ہوتے ہیں کیونکہ اس کی باطنی صفات مثلاً اس کی شہوت، غصہ، اخلاق، صحت اور مرض وغیرہ ہیں اور ان کو ہم نہیں جانتے اور ظاہری صفات میں سے بعض کو تو جانتے ہیں اور بعض میں ہم کو شک ہوتا ہے جیسے اس کی لمبائی کی مقدار اور جلد کی رنگت مختلف ہونا وغیرہ دیگر صفات لیکن جہاں تک اس کی حیات، قدرت، ارادہ، علم اور اس کے حیوان ہونے کا تعلق ہے تو یہ ہمارے نزدیک واضح ہے حالانکہ ان صفات کے ساتھ حِسِّ بصر (دیکھنے کی قوت) کا بھی تعلق نہیں کیونکہ یہ صفات حواسِ خمسہ کے ساتھ محسوس نہیں کی جاتیں۔

پھر یہ کہ اس کی حیات، قدرت اور ارادے کو اس کی سلائی اور حرکت کے ذریعے ہی جانا جا سکتا ہے تو اگر ہم اس شخص کے سوا عالَم میں موجود تمام اشیاء کی طرف دیکھیں تو ان کی وجہ سے ہم اس شخص کی صفت نہ پہچان سکیں پس اس کے وُجود پر صرف ایک دلیل ہے، اس کے باوجود وہ واضح اور جلی ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وُجود، اس کی قدرت، اس کے علم اور اس کی تمام صفات پر وہ تمام چیزیں گواہی دیتی ہیں جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور ظاہری و باطنی حواس سے جن کا ہم ادراک کرتے ہیں۔

وجود باری تعالیٰ پر قرآنی دلائل

اپنے ہونے کی گواہی خود اللہ عزوجل نے، فرشتوں اور علم والوں نے دی ہے چنانچہ پارہ ۳ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُؕ﴿۱۸﴾	**ترجمہ کنز الایمان:** اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے قول کی حکایت فرمائی:

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ-(سورہ ابراہیم آیت ۱۰)	ترجمۂ کنز الایمان: ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمان اور زمین کا بنانے والا۔

مزید ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًاۙ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًاﭪ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًاۙ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًاۙ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًاۙ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴿۱۱﴾ وَّ بَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًاۙ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًاﭪ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًاۙ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ	ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا اور رات کو پردہ پوش کیا اور دن کو روزگار کے لئے بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں (تعمیر کیں) اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ

نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ (پ۳۰،النبا:۶تا۱۶)	رکھا اور بھری بدلیوں سے زور کا پانی اُتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ اور گھنے باغ۔

مزید ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (پ۲،البقرۃ:۱۶۴)	ترجمۂ کنز الایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اُتار کر مردہ زمین کو اس سے جِلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ (پ۲۹،نوح:۱۵تا۱۸)	ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشنی کیا اور سورج کو چراغ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا۔ پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا۔

مزید ارشاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤی اَنْ	ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔ کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا، اور ہم اس سے

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۵۸تا۷۳)	ہارے نہیں۔ کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔ تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر چٹّی (تاوان) پڑی۔ بلکہ ہم بے نصیب رہے۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اُتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔ ہم نے اسے جہنّم کی یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ۔

ذرا سی عقل رکھنے والا شخص بھی اگر ان آیات کے مضامین میں تھوڑا سا غور کرے اور زمین و آسمان کی رنگارنگ مخلوق اور حیوانات و نباتات کی انوکھی پیدائش کی طرف نظر کرے، تو یہ بات اس پر مخفی نہ رہے گی کہ اس تعجب خیز معاملہ اور مضبوط ترکیب کا ضرور کوئی بنانے والا ہے جو انہیں منظم رکھتا ہے اور لازماً کوئی ایسا ہے جو انہیں مضبوط کرتا اور ان کا مقدر بناتا ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ مخلوق کی اصل و پیدائش اس بات کی گواہی دے کہ یہ تمام اشیاء اس ذات کے تابع رہنے پر مجبور اور اس کی مشیت کے مطابق بدلتی ہیں۔

وجود باری تعالیٰ پر عقلی دلائل

انسانی فطرت اور قرآنی دلائل بیان کرنے کے بعد مزید دلائل کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی مگر اپنے موقف کو مزید مدلّل کرنے اور مناظر علما کی پیروی کرنے کی کوشش میں کچھ عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں

۔ چنانچہ، یہ بات عقلاً بالکل ظاہر و باہر ہے کہ کوئی بھی حادث چیز پیدا ہونے کے لئے کسی پیدا کرنے والے سبب سے بے نیاز نہیں اور عالم حادث ہے تو لازماً یہ بھی اپنے وجود کے لئے کسی سبب کا محتاج ہے۔ لہٰذا ہمارا قول کہ **"حادث اپنی پیدائش کے لئے کسی سبب سے بے نیاز نہیں"** واضح ہے۔ کیونکہ ہر حادث کے لئے ایک خاص وقت ہے اور عقل اس بات کو ممکن جانتی ہے کہ حادث شے اپنے مخصوص وقت سے پہلے یا بعد میں ظہور پذیر ہو تو اس کا ایک معین وقت میں ہونا اس سے پہلے یا بعد میں نہ ہونا وقت کی تخصیص کرنے والے کے وجود کا تقاضا کرتا ہے اور ہمارے قول **"عالم حادث ہے"** کی دلیل یہ ہے کہ اجسام حرکت و سکون کی حالت سے باہر نہیں ہو سکتے اور یہ دونوں حالتیں حادث ہیں اور جس چیز کو حوادث لاحق ہوتے ہیں وہ بھی حادث ہوتی ہے۔

امامِ اعظم اور دہریہ کا مناظرہ

جس طرح ہر چیز کا بنانے والا ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ وہ چیز ہو اور اس کا بنانے والا نہ ہو، پس اسی قاعدہ کے تحت اس دینا کے بنانے والے کا ہونا ضروری ہے ورنہ یہ دنیا نہ ہوتی۔ جیسے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دہریہ (یعنی اللہ کی ہستی کے منکر) کے ساتھ مناظرہ ہوا اور موضوعِ مناظرہ یہی مسئلہ تھا کہ عالَم کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟

چنانچہ میدانِ مناظرہ میں لوگ جمع ہو گئے مگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ وقتِ مقررہ سے بہت دیر کے بعد تشریف لائے، دہریہ نے پوچھا کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ تو آپ نے فرمایا اگر میں اس کا جواب یہ دوں کہ میں ایک جنگل کی طرف نکل گیا تھا وہاں مجھے ایک عجیب واقعہ نظر آیا جس کو دیکھ کر میں حیرت میں آ کر وہیں ٹھہر گیا، اور وہ واقعہ یہ تھا کہ دریا کے کنارے ایک درخت تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا پھر خود اس کے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود کشتی تیار ہوئی اور خود بخود ہی دریا میں چلی گئی اور پھر خود بخود ہی وہ دریا کے اِس طرف کے مسافروں کو اُس طرف اور اُس طرف کے مسافروں کو اِس طرف لانے اور لے جانے لگی، پھر ہر ایک سواری سے خود ہی کرایہ بھی وصول کرتی تھی۔

بتاؤ تم میری اس بات پر یقین کرو گے؟ دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا، آپ جیسا بزرگ اور امام جھوٹ بولے تو بڑا تعجب ہے! بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے ہیں؟ جب تک کوئی کرنے والا نہ ہو کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو کچھ بھی کام نہیں ہے، تمہارے نزدیک تو اس سے بھی

زیادہ بڑے بڑے عالیشان کام خود بخود بغیر کسی کرنے والے کے تیار ہوتے ہیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ باغات، یہ صدہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل، یہ پہاڑ، یہ چوپائے، یہ انسان اور یہ ساری خدائی بغیر بنانے والے کے تیار ہو گئی ہے۔

اگر ایک کشتی کا بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن جانا جھوٹ ہے تو سارے جہان کا بغیر بنانے والے کے بن جانا اس سے بھی زیادہ جھوٹ ہے۔ دہریہ آپ کی تقریر سن کر دم بخود حیرت میں آ گیا اور فوراً اپنے عقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (تفسیرِ کبیر جلد۔۱۔ ص۲۲۱)

(اصول الدین عند ابی حنیفۃ جز ا ص ۲۲۲) (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص25، 26)(وشرح الفقہ الأکبر للقاری ص14).

دنیا کو بنانے والا ایک کیسے ہے؟

اب رہی یہ بات کہ اس دنیا کو بنانے والا ایک ہے یا دو یا اس سے زائد، جیسے کہ آجکل بھولے بھالے مسلمانوں میں اس طرح کے سوالات چھیڑ کر گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے لہذا اس کی دلیل پیشِ خدمت ہے۔

اپنے ایک ہونے کی گواہی اپنے مصطفے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دلوائی ہے چنانچہ پارہ ۳۰ سورہ اخلاص میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ (پ۳۰ الاخلاص ۱)	ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

خدائی میں اللہ کا کوئی شریک نہیں

اللہ تعالی کی خدائی میں، اللہ تعالی کی ذات میں، اللہ تعالی کی خوبیوں میں، اللہ تعالی کے کام میں، اللہ تعالی کے حکم فرمانے میں، اللہ تعالی کے ناموں میں کوئی بھی اللہ تعالی کا شریک (ساجھی) نہیں جیسے کہ پارہ ۲ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۳ میں ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (پارہ ۲ سورہ بقرہ ۱۶۳)	ترجمہ کنز الایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

اور پارہ ۸ سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۶۳ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔	ترجمہ کنز الایمان: اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور پارہ ۱۵ سورہ کہف کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا گیا:

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا	**ترجمہ کنز الایمان:** اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

خدا کے ایک ہونے پر عقلی دلیل

اس دنیا کو بنانے میں اور اس کی تدبیر کے لئے ایک خدا کافی ہو گا یا ایک خدا کافی نہ ہو گا بلکہ ایک سے زائد کی ضرورت ہو گی، پس اگر ایک اکیلا خدا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی ہے تو دوسرے خدا کو ماننا عبث و بیکار ہے، اور اگر ان میں سے ایک اکیلا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی نہیں بلکہ دوسرے کی ضرورت ہے تو پھر وہ ناقص ہے اور جو ناقص ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ ایک خدا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی نہیں ہے اور اس کو کسی دوسرے کی بھی ضرورت ہے تو کیا ضروری ہے کہ دو مل کر کافی ہو جائیں بلکہ ان کو تیسرے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے، چوتھے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے اور یہ ضرورت کسی ایک عدد پر موقوف نہیں ہو گی بلکہ اس طرح غیر متناہی خداؤں کی ضرورت ہو گی جو کہ درست نہیں کہ ماننے گئے تھے دو خدا ماننا پڑا اربوں خداؤں کو۔

اللہ کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

اللہ تعالی کا ہونا ضروری ہے ورنہ عالم میں فساد برپا ہو جائے گا جیسے کہ اللہ الکریم نے قرآنِ عظیم میں کفار کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ ۱۷۔ الانبیاء ۲۱)	**ترجمۂ کنز الایمان:** کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے خدا بنالئے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

جواہرِ ارضیہ سے مثل سونے چاندی پتھر وغیرہ کے جو بت بنا رکھے ہیں کیا وہ کچھ پیدا کرتے ہیں؟ حالانکہ ایسا تو نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو خود بے جان ہو وہ کسی کو جان دے سکے تو پھر اس کو معبود ٹھہرانا اور اِلٰہ قرار دینا کتنا کھلا باطل ہے، اِلٰہ وہی ہے جو ہر ممکن پر قادر ہو جو قادر نہیں وہ اِلٰہ کیسا۔

تو سنو!

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ (پ ۱۷الانبیاء ۲۲)	**ترجمۂ کنزالایمان:** اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے کیونکہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کی خدائی کے بُت پرست معتقد ہیں تو فسادِ عالَم کا لزوم ظاہر ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں، تدبیرِ عالَم پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے اور اگر تعمیم کی جائے تو بھی لزومِ فساد یقینی ہے کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ دونوں متفق ہوں گے یا مختلف، اگر شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی مقدور ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو یہ محال ہے اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً واقع ہوں گے اور ایک ہی وقت میں وہ موجود و معدوم دونوں ہو جائے گی یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں تو ثابت ہوا کہ فساد ہر تقدیر پر لازم ہے۔ توحید کی یہ نہایت قوی بُرہان ہے اور اس کی تقریریں بہت بسط کے ساتھ ائمۂ کلام کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہاں اختصاراً اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔　(تفسیرِ کبیر وغیرہ)

عبادت کا مستحق صرف اللہ عزوجل ہے

عبادت کا مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسے کہ پارہ ایک سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔	**ترجمہ کنزالایمان:** اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا۔

اور پارہ ۱۲ سورہ یوسف کی آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد ہوا:

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ	**ترجمۂ کنزالایمان:** اس نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔

اور پارہ ۲۰ سورۃ القصص کی آیت نمبر ۸۸ میں ارشادِ باری تعالی ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔	**ترجمۂ کنز الایمان:** اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

اور پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرآئیل آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد ہوا:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ۔	**ترجمۂ کنز الایمان:** اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پُوجو۔

اور پارہ ۷ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۰۲ میں ارشاد ہوا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ۔	**ترجمۂ کنز الایمان:** یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے کی حکمتیں

اللہ تعالی عبادت کا سب سے زیادہ مستحق نہیں بلکہ صرف اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اس کے کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں، اور اس کی چند وجوہات و حکمت ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی حکمت: عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو عبادت کرنے والے کو نفع پہنچانے اور اس کا ضرر دور کرنے کی قدرت رکھتا ہو، مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بے قدرتی اس درجے کی ہے کہ وہ کسی چیز کے بنانے والے نہیں، کسی چیز کے بنانے والے تو کیا ہوتے خود اپنی ذات میں دوسرے سے بے نیاز نہیں۔ خود مخلوق ہیں اور بنانے والے کے محتاج ہیں۔ اس سے بڑھ کر بے اختیاری یہ ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور کسی کی کیا مدد کریں گے خود انہیں کوئی ضرر پہنچے تو اسے دور نہیں کر سکتے۔ کوئی انہیں توڑ دے، گرا دے الغرض جو چاہے کرے وہ اس سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتے لہٰذا ایسے مجبور و بے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔ اور اللہ عزوجل بیان کی ہوئی تمام اچھی صفات کا جامع اور بری صفات سے پاک ہے لہذا وہی عبادت کے لائق ہے۔

(صراط الجنان جلد ۳ ص ۴۹۶)

دوسری حکمت: برائی کا پہنچنا اور دور ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، ایسے ہی بھلائی جیسے صحت و دولت وغیرہ کا پہنچنا بھی اسی خداوندِ کریم کی قدرت سے ہے کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے، کوئی اس کی مَشِیَّت کے خلاف

کچھ نہیں کر سکتا تو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ معبود وہ ہے جو قدرتِ کاملہ رکھتا ہو اور کسی کا حاجت مند نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں، لہٰذا صرف اسی کو رب مانو اسی کی عبادت کرو۔

(صراط الجنان جلد ۳ ص ۸۱۔۸۲)

تیسری حکمت: پارہ ۷ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا:

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَخَذَ اللّٰهُ سَمۡعَكُمۡ وَ اَبۡصَارَكُمۡ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ مَّنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِهٖ ؕ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ ثُمَّ هُمۡ يَصۡدِفُوۡنَ ﴿۴۶﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مُہر کر دے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیز لا دے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منھ پھیر لیتے ہیں۔ (پ ۷ الانعام ۴۶)

اس آیتِ کریمہ میں توحیدِ باری تعالیٰ کی دلیل پیش کی جارہی ہے اور فرمایا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالی تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے اور علم و معرفت کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے تو اللہ عزوجل کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے گا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں، تو اب توحید پر قوی دلیل قائم ہو گئی کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اتنی قدرت و اختیار والا نہیں تو عبادت کا مستحق صرف وہی ہے اور شرک بدترین ظلم و جرم ہے۔ (خزائن العرفان) (صراط الجنان جلد ۳ ص ۱۰۸)

چوتھی حکمت: پارہ ۱۱ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۱ اور ۳۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ مَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَ يُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۱﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندے سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔ (پ ۱۱۔ یونس ۳۱)
فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الۡحَـقُّ ۚ فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَـقِّ	**ترجمۂ کنزالایمان:** تو یہ اللہ ہے تمہارا سچّا رب پھر حق

اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾	کے بعد کیا ہے مگر گمراہی پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔(پ ۱۱۔ یونس ۳۲)

اس آیت میں بیان فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ تمہیں یہ حواس کس نے دیئے ہیں جن کے ذریعے تم سنتے اور دیکھتے ہو، آفات کی کثرت کے باوجود کان اور آنکھ کو لمبے عرصے تک کون محفوظ رکھتا ہے حالانکہ یہ اتنے نازک ہیں کہ ذرا سی چیز انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور زندہ کو مردہ سے جیسے انسان کو نطفہ سے، پرندے کو انڈے سے کون نکالتا ہے اور یونہی مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو انسان سے اور انڈے کو پرندے سے کون نکالتا ہے؟ اور ساری کائنات کے تمام کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آپ کے سوالات سن کر وہ کہیں گے کہ بے شک ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ قدرتِ کاملہ کا اِعتراف کر لیں تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تم ان سے فرماؤ: جب تم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو بتوں کو عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے سے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں حالانکہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان اُمور میں سے کسی پر کوئی قدرت رکھتے ہیں۔ بلکہ الٹا ان کی عبادت تمہارا بیڑہ غرق کر دے گی کہ شرک کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے جہنم میں جاؤ گے۔

پس جو اِن چیزوں کو سرانجام دیتا ہے اور آسمان وزمین، زندگی وموت سب کا مالک ہے اور رزق وعطا پر قدرت رکھتا ہے وہی اللہ تعالیٰ تمہارا سچا رب ہے، وہی عبادت کا مُستحق ہے نہ کہ یہ ناکارہ، خود ساختہ، بناوٹی بت اور جب ایسے واضح اور قطعی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے تو اس کے ماسوا سب معبود باطلِ مَحض ہیں اور جب تم نے اس کی قدرت کو پہچان لیا اور اس کی کارسازی کا اِعتراف کر لیا تو پھر تم حق قبول کرنے سے کیوں اِعراض کر رہے ہو؟ (صراط الجنان جلد ۴ ص ۳۱۶۔۳۱۷)

ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کفار اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کر سکیں بلکہ وہ خود پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔ (سمرقندی، النحل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲/ ۲۳۲۔)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے علاوہ جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ اپنی ذات میں بھی ناقص ہیں کہ انہیں دوسروں نے بنایا ہے اور اپنی صفات میں بھی ناقص ہیں کہ یہ کسی چیز کو پیدا ہی نہیں کر سکتے۔

(تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۷/۱۹۵، ملخصاً۔)

اَمۡوٰتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾	ترجمۂ کنزالایمان: مُردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے ۔ (پ۱۴النحل۲۱)

امام ابنِ ابی حاتم اور امام محمد بن جریر طبری رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِما اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ”یہ بت جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے بے جان ہیں، ان میں روحیں نہیں اور نہ ہی یہ اپنی عبادت کرنے والوں کو کوئی نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۲۲۸۰، تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۵۷۳-۵۷۴۔)

انہی بزرگوں کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے اس آیت کی یہی تفسیر دُرِّ منثور میں رقم فرمائی۔ (در منثور، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۵/۱۱۹۔)

امام فخر الدین رازی رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ”جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۱۹۵، ملخصاً۔)

امام علی بن محمد رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ اپنی کتاب تفسیر خازن میں فرماتے ہیں ”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ بت معبود ہوتے جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ ضرور زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی کیونکہ جو معبود عبادت کا مستحق ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہ آئے گی اور بت چونکہ مردہ ہیں زندہ نہیں لہٰذا یہ عبادت کے مستحق نہیں۔ (خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/۱۱۸۔)

ان کے علاوہ دیگر تمام مُستند تفاسیر جیسے تفسیر طبری، تفسیر سمرقندی، تفسیر بغوی، تفسیر ابو سعود، تفسیر قرطبی اور تفسیر صاوی وغیرہ میں صراحت ہے کہ اس آیت میں ”اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ“ سے مراد بت

ہیں، کسی بھی مستند مفسر نے ان آیات کا مصداق انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کو قرار نہیں دیا۔ (صراط الجنان جلد ۵ ص ۲۹۲)

پانچویں حکمت: عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائناتِ اَرضی وسَماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالِم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ (...خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۴۰۸، ملخصاً۔)

اللہ تعالٰی کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں کی تین دلیلیں

اللہ تعالٰی کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے معبود ہونے کی **ایک دلیل** یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی بِالذّات ہے، **دوسری دلیل** یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان اسی کا حکم نافذ ہے اور **تیسری دلیل** یہ ہے کہ آخرت میں اسی کی طرف تمام لوگ پھیرے جائیں گے اور وہی اعمال کی جزا دے گا۔

(صراط الجنان جلد ۷ ص ۳۳۸)

چھٹی حکمت: پارہ ۲۱ سورۂ لقمٰن کی آیت نمبر ۲۶ میں ارشادِ خداوندی ہے:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۶﴾ (پ ۲۱ لقمٰن ۲۶)	**ترجمۂ کنز الایمان:** اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالٰی کے مملوک، مخلوق اور بندے ہیں اور جب اللہ تعالٰی کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

(خزائن العرفان) (جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۶، ص ۳۴۸۔)

(سو باتوں کی ایک بات) محاورے کے تحت اگر اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق ہے تو دلیل سے ثابت کرو۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ کوئی بھی کافر و مشرک دلیل سے ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ اس بات کو قرآن نے بے سند قرار دیا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں۔ چنانچہ پارہ ۱۸ سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر ۱۱۶۔۱۱۷ میں ارشاد ہوا:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾	**ترجمۂ کنز الایمان:** تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش

	کا مالک۔

تفسیر: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور اَفعال میں مخلوق کی مُماثلَت سے پاک ہے، وہی سچا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی بادشاہی میں داخل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تمام چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور جو ملکیت ہو وہ معبود نہیں ہو سکتی اور وہ اس عرش کا مالک ہے جو عزت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم و رحمت کا فیضان یہیں سے تقسیم ہوتا ہے اور ہر مخلوق میں اس کی رحمت و کرم کے آثار یہیں سے بٹتے ہیں

(صراط الجنان جلد۶ص ۵۶۵)

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴿۱۱۷﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور جو اللّٰہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بیشک کافروں کا چھٹکارا نہیں۔

تفسیر: ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی عبادت کرنے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہی ہے اور وہی اسے اس عمل کی سزا دے گا، بیشک کافر حساب کی سختی اور عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور انہیں کوئی سعادت نصیب نہ ہو گی۔

(روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ۶/ ۱۱۲-۱۱۳، جلالین، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ص۲۹۳، ملتقطاً۔)

اللہ عزوجل کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں

اللہ تعالی بے پرواہ ہے یعنی اللہ تعالی کسی چیز کے اثر کو قبول نہیں کرتا اور وہ کسی کا محتاج نہیں جیسے کہ پارہ ۳۰ سورۃ الاخلاص کی آیت نمبر ۲ میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔	**ترجمہ کنزالایمان:** اللہ بے نیاز ہے۔

اس آیت کے تحت منح الروض الازہر شرح فقہِ الاکبر کے صفحہ نمبر ۱۴ پر لکھا ہے: اَیِ الْمُسْتَغْنِیُ عَنْ كُلِّ اَحَدٍ وَ الْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ كُلُّ اَحَدٍ۔ یعنی وہ ذات جو ہر ایک سے مستغنی ہے اور ہر ایک اسی کی طرف محتاج ہے۔ اور پارہ ۳ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶۷ میں تاکیداً ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔	**ترجمہ کنزالایمان:** اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

اور پارہ ۴ سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں ارشاد ہوا:

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ	**ترجمہ کنزالایمان:** تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

اور پارہ ۲۶ سورہ محمد کی آیت نمبر ۳۸ میں ارشادِ باری تعالی ہے:

وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔	**ترجمہ کنزالایمان:** اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔

اس کے علاوہ بھی کئی آیات میں اس بات کی تشریح موجود ہے کی اللہ تعالی بے نیاز و بے پرواہ ہے جن کا ذکر طوالت کی بناپر نہیں کیا جارہاہے۔

جو کسی کا اثر قبول کرے اور محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا، خدا ہونے کے لئے بے پرواہی اور عدمِ محتاجی ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالی کی ذات کا ادراک عقلاً محال ہے

اللہ تعالی کی ذات کا اِدراک عقلاً مُحال ہے کیونکہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اُس کو محیط ہوتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل کا کوئی اِحاطہ نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے افعال کے ذریعہ سے اِجمالاً اُس کی صفات، پھر اُن صفات کے ذریعہ سے معرفتِ ذات حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالی پارہ ۳ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں ارشاد فرماتاہے:

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔	**ترجمہ کنزالایمان:** اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتناوہ چاہے۔

اور پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں ارشاد ہوا:

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا	**ترجمہ کنزالایمان:** اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

اور پارہ ۷ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۰۳ میں ارشاد ہوا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔	**ترجمہ کنز الایمان:** آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پوراخبر دار۔

عقل کے قاصر رہنے کے دو اسباب

جس شے کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہوں اس کے دو سبب ہیں:

پہلا سبب: شے کا ذاتی طور پر خفی اور دقیق ہونا۔ اس کی مثال واضح ہے۔

دوسرا سبب: شے کا انتہائی واضح اور روشن ہونا جس کی مثال یہ ہے: چمگادڑ رات میں دیکھتی ہے اور دن میں نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ دن رات کی بنسبت خفی اور پوشیدہ ہے بلکہ اس کی وجہ دن کا انتہائی ظہور ہے کیونکہ چمگادڑ کی بینائی کمزور ہوتی ہے اور جب سورج چمکتا ہے تو اس کی روشنی اس پر غالب آجاتی ہے اس لئے چمگادڑ کی کمزور بینائی کے ساتھ ساتھ دن کا انتہائی ظہور اس کے دیکھنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے تو وہ اسی وقت کوئی چیز دیکھ سکتی ہے جب دن میں کچھ اندھیرا مل جائے اور اس کا ظہور کمزور پڑ جائے۔ اسی طرح ہماری عقلیں بھی کمزور ہیں اور جمالِ بارگاہِ الٰہی انتہائی روشن اور اِستغراق وشُمول کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے حتّٰی کہ آسمان وزمین کی سلطنت کا ایک ذرہ بھی اس کے ظہور سے پوشیدہ نہیں تو یہ ظہور اس کے خفا کا سبب ہو گیا تو پاک ہے وہ ذات جو اپنے نور کی چمک کی وجہ سے حجاب میں ہے اور اپنے انتہائی ظہور کے سبب بصیرت اور بصارت سے مخفی ہے اور شدتِ ظہور کے سبب اس خفی رہنے پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں اور جس کا وُجود ایسا عام ہو کہ اس کی کوئی ضد ہی نہ ہو اس کا ادراک مشکل ہو گا۔ اگر اشیاء مختلف ہوں کہ بعض بعض پر دلالت کرتی ہوں تو ان میں فرق جلد معلوم ہو سکتا ہے اور اگر وہ ایک ہی طریقے سے دلالت کرنے میں مشترک ہوں تو مُعاملہ دشوار ہو جائے گا۔

(احیاء العلوم جلد ۵ ص ۸۴)

سورج کی روشنی سے مثال

اس کی مثال سورج کی روشنی ہے جو زمین پر پڑتی ہے۔ ہم یہ بات یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ ایک عرض (جو بذاتِ خود قائم نہ ہو بلکہ قائم بالغیر ہو) ہے جو وُجودِ آفتاب کے وقت زمین پر پڑتی ہے اور اس کے غروب کے وقت زائل ہو جاتی ہے تو اگر سورج غروب نہ ہوتا اور دائمی طور پر روشن رہتا تو ہم گمان کرتے کہ اجسام میں ان کے رنگوں یعنی سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے سوا کوئی چیز نہیں کیونکہ ہم سیاہ چیز میں سیاہی اور سفید میں سفیدی کا ہی مشاہدہ کرتے ہیں تنہا روشنی کا ادراک نہیں کرسکتے لیکن جب سورج غروب ہو گیا اور ہر جگہ تاریکی پھیل گئی تو ہم نے دونوں حالتوں کے درمیان فرق جان لیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ اجسام دھوپ کی وجہ سے روشن تھے اور ایسی صفت کے ساتھ متصف تھے جو غروبِ آفتاب کے وقت ان سے جُدا ہو گئی تو ہم نے دھوپ کے وُجود کو اس کے عدم سے جانا اور اگر دھوپ معدوم نہ ہوتی تو ہم اس کے وُجود پر انتہائی مشکل سے ہی مُطَّلَع ہوتے کیونکہ اندھیرے اور روشنی میں فرق نہ ہو تو ہمیں تمام اجسام ایک جیسے نظر آئیں حالانکہ روشنی تمام محسوسات میں ظاہر تر ہے کہ اسی کے

ذریعے تمام محسوسات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ تو پھر جو ذات خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرنے والی ہو تو غور کرو کہ اگر ظہور کی ضد طاری نہ ہوتی تو اس کے ظہور کے سبب اس کا مُعاملہ کس قدر مبہم ہوتا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے ظاہر ہے اور اسی کی وجہ سے تمام اشیاء کا ظہور ہے اگر اس کے لئے عدم یا غائب ہونا یا متغیر ہونا ہوتا تو ضرور آسمان و زمین گر پڑتے ملک وملکوت باطل ہو جاتے۔ اس سے دونوں حالتوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(احیاء العلوم جلد ۵ ص ۸۴_۸۶)

اللہ عزوجل کا صورت سے پاک ہونے کی حکمت

اللہ عزوجل کا صورت سے پاک ہونے کے متعلق شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: اللہ عزوجل صورت سے پاک ہے کیونکہ صورت متناہی (جس کی انتہاء ہو) اور مجسّم (جسم والی) چیزوں کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالی تناہی (جس کی انتہاء ہو) و تجسّم سے منزہ (پاک) ہے اسی لئے اللہ تعالی کے لئے صورت کا اطلاق جائز نہیں ہے، بلکہ اگر صورت سے مراد معنیٔ متعارف (یعنی مخلوقات کی صورت) ہو تو صریح کفر ہے۔　(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۱)

اللہ عزوجل کا جسم سے پاک ہونے کی حکمت

اللہ تعالی جسم سے پاک ہے اس لئے کہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث کیونکہ ہر مرکب پر ان اجزاء کا تقدّم (یعنی پہلے ہونا) ضروری ہے جن سے وہ مرکب ہے، اور اللہ تعالی کو حادث ماننا یا ایسا قول کرنا جس سے اس کا حادث ہونا لازم آئے کفر ہے، اس لئے کہ حادث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز پہلے موجود نہ تھی پھر وہ موجود ہوئی حالانکہ اللہ تعالی قدیم و اَزَلی ہے نہ وہ کبھی معدوم رہا اور نہ کبھی معدوم ہو گا بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔　(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۲)

اللہ عزوجل کا سوچنے سے پاک ہونے کی حکمت

اللہ عزوجل سوچنے سے بھی پاک ہے کیونکہ سوچتا وہ ہے جو عالِمُ الغیب نہ ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو، اللہ تعالی کے لئے سوچنے کا اثبات اس کے قادر ہونے اور عالِمُ الغیب ہونے سے انکار ہے جو کہ کفر ہے۔

(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۶۲)

اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کی عقلی و نقلی دلائل

اللہ تعالی کے اولاد سے پاک ہونے کی بہت سی عقلی و نقلی دلیلیں ہیں جن میں سے کچھ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کی قرآن وحدیث سے دلائل

چنانچہ پارہ ایک سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ بَلۡ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾	**ترجمۂ کنز الایمان:** اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی پاکی ہے اسے بلکہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔

اس آیت پاک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

تفسیر: شان نزول: یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتایا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی فرمایا سُبۡحٰنَہٗ، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے اولاد ہو اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اس کو عیب لگانا اور بے ادبی ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے گالی دی میرے لئے اولاد بتائی میں اولاد اور بیوی سے پاک ہوں۔

اور مملوک ہونا اولاد ہونے کے منافی ہے جب تمام جہان اس کا مملوک ہے، تو کوئی اولاد کیسے ہو سکتا ہے۔ مسئلہ: اگر کوئی اپنی اولاد کا مالک ہو جائے وہ اسی وقت آزاد ہو جائے گی۔

ایک اور مقام پر ارشادِ رب العباد ہے:

وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۱۱۱)	**ترجمۂ کنز الایمان:** اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔

اللہ عزوجل سے اولاد کی نفی سورۂ مریم میں بھی موجود ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ (پ۱۶، مریم: ۹۲.)	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور رحمٰن کے لیے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔

تفسیر: وہ اس سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ہونا مَحال ہے ممکن نہیں۔ (خزائن العرفان)

مزید سورۃ الزخرف میں فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ٭ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۸۱.۸۲)	تم فرماؤ بالفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچّہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔ پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیتِ پاک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تفسیر: لیکن اس کے بچّہ نہیں اور اس کے لئے اولاد محال ہے یہ نفیِ ولد میں مبالغہ ہے۔

شانِ نزول: نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو نضر کہنے لگا دیکھتے ہو قرآن میں میری تصدیق آگئی ولید نے کہا کہ تیری تصدیق نہیں ہوئی بلکہ یہ فرمایا گیا کہ رحمٰن کے ولد نہیں ہے اور میں اہلِ مکّہ میں سے پہلا موحّد ہوں، اس سے ولد کی نفی کرنے والا، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالٰی کی تنزیہ کا بیان ہے۔ (خزائن العرفان)

اللہ عزوجل نے جنوں کی حکایت بیان کرتے ہوئے سورۃ الجن میں فرماتا ہے:

وَّ اَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ﴿۳﴾ (پ۲۹، الجن: ۳.)	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچّہ۔

تفسیر: جیسا کہ کفّار جنّ وانس اللہ عزوجل کے بارے میں کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ کی بیوی اور اولاد ہیں۔ (خزائن العرفان)

لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ﴿۳﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ (پ۳۰، الاخلاص:۳)

تفسیر: اللہ عزوجل اولاد سے پاک ہے کیونکہ کوئی اس کا مجانس نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی باپ کیونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے۔ (خزائن العرفان)

نیز بخاری شریف کی حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا:

حدیث پاک

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : قَالَ اللَّهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا وَأَنَا الأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفْأً أَحَدٌ. (بخاری۔ کتاب بدءالوحی۔ باب وامرأتہ حمالۃ الحطب)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہےاور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب فرماتا ہے انسان مجھے جھٹلاتا ہے یہ اُسے مناسب نہ تھااور مجھے گالی دیتاہے یہ اسے درست نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے رب مجھے پہلے کی طرح دوبارہ نہ بناسکے گا حالانکہ پہلی بار پیدا فرمانا دوبارہ بنانے سے آسان تر تو نہیں اس کی گالی اس کی یہ بکواس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی میں تو اکیلا بے نیاز ہوں نہ جنا نہ جنا گیا میرا کوئی ہمسر نہیں۔

اس حدیثِ پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھتے ہیں:

حدیث پاک کی شرح

یہ حدیث حدیثِ قدسی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قَالَ اللہ"۔ حدیثِ قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ حدیثِ قدسی خواب یا الہام سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ قرآن بیداری ہی میں آئے گا۔ نیز قرآن کا مضمون اور لفظ دونوں رب کے ہیں، جبکہ حدیثِ قدسی میں مضمون رب کا اورالفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ ساری حدیثیں برحق ہیں اور قرآن کی طرح لائقِ عمل، صدیق اکبر نے حدیث کی بناپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں تقسیم میراث نہ فرمائی حالانکہ یہ حکم

قرآنی تھا، مگر حدیث قدسی میں قال اللہ کی تصریح ہوتی ہے۔اس کی مفصّل بحث ہمارے رسالہ "ایک اسلام" میں دیکھو۔

خیال رہے کہ جن وانس کے سوا کسی مخلوق میں کافر نہیں مگر انسان پر اللہ کے احسانات زیادہ ہیں کہ ان ہی میں انبیاء اور اولیاء بھیجے۔اس لیے کہ خصوصیت سے اس کی شکایت فرمائی گئی۔انسان قیامت کا منکر ہے اور تمام ان آیتوں کو جھٹلاتا ہے جن میں قیامت کا ذکر ہے۔

رب کے لیے ایجاد اور دوبارہ بنانا یکساں آسان ہے۔لوگوں پر ایجاد مشکل ہوتی ہے۔دوبارہ بنانا آسان،جب کفار رب تعالیٰ کو عالَم کا موجِد جانتے ہیں تو قیامت مانتے ہیں انہیں کیوں موت آتی ہے۔حالانکہ قیامت میں اٹھانا اعادۂ خلق ہوگا۔نہ کہ ایجاد اس میں روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو اللہ کی ذات و صفات کے اقراری تھے اور قیامت کے انکاری۔

مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو،یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اس میں ان تینوں قوموں کی طرف اشارہ ہے۔بیوی بچے اختیار کرنا ہمارے لیے کمال ہے رب کے حق میں گالی۔ایک ہی چیز ایک کے لیے کمال ہے۔دوسرے کے لیے نقصان بلا تشبیہ کنواری لڑکی کو صاحب اولاد کہنا گالی ہے،بیاہی کے لیے کمال،رب کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔

اولاد والا اکیلا بھی نہیں ہوتا،اولاد اس کی قومیت،نوعیت،جنسیت میں شریک ہوتی ہے اور بے نیاز بھی نہیں کیونکہ انسان شہوت کے غلبہ یا دشمنوں کے خوف کی وجہ سے یا اپنے مرے بعد وراثت کے لیے اولاد اختیار کرتا ہے۔رب تعالیٰ ان تمام نیاز مندیوں سے پاک ہے۔دیکھو چاند،سورج وغیرہ کو قیامت سے پہلے فنا نہیں تو ان کی وراثت کے لیے انکی اولاد بھی نہیں۔

حالانکہ اولاد باپ کی ہمسر ہوتی ہے کہ انسان کا بچہ انسان اور شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے،تو نعوذ باللہ! خدا کا بیٹا خدا ہی چاہیئے تھا حالانکہ رب اس کا خالق وہ مخلوق،رب مالک وہ مملوک،پھر ہمسر کہاں۔

(مراۃ المناجیح جلد۔ا۔ص۱۸)

اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کی(۱۵) عقلی دلائل و حکمت

پہلی حکمت: اولاد کو ضرورت مخلوق کو ہوتی ہے کبھی شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کرتا ہے جس سے اولاد ہو جاتی ہے، اور کبھی دشمنوں کی قوت سے مجبور ہو کر اولاد کی خواہش کرتا ہے جو اپنا قوتِ بازو ہو اور اس کے ذریعہ رشتہ داریاں بڑھے اور یہ مجبور ہو کر نہ رہے، رب تعالیٰ ہر قسم کی مغلوبی سے پاک ہے لہذا اولاد سے پاک ہے۔

دوسری حکمت: بدلنے والی چیز اولاد کی خواہش مند ہو سکتی ہے غیرِ متبدل کی اولاد نہیں انسان سمجھتا ہے کہ مجھ کو بڑھاپا بھی آنے والا ہے اس وقت کے لئے عصائے پیری یعنی فرزند چاہیئے، چاند تارے سورج وغیرہ چونکہ بدلتے نہیں اسی لئے ان کی اولاد بھی نہیں رب تعالیٰ بھی تبدیلی سے پاک اس لئے اولاد سے بھی پاک۔

تیسری حکمت: فانی کو اولاد درکار تاکہ اس کی نسل باقی رہے انسان اپنی نسل کی بقا اپنے بعد اپنے گھر کی آبادی اور اپنے نام کو زندہ رکھنے کے لئے اولاد چاہتا ہے جانوروں کی نسل کی بقا بھی اولاد ہی سے ہے بعض علمِ طبعیات والے فرماتے ہیں کہ درختوں بلکہ پتھروں میں بھی توالد وتناسل ہے بعض درخت نر اور بعض مادہ ہیں نر کی ہوا مادہ کو لگتی ہے جس سے وہ پھلوں سے حاملہ ہو جاتی ہے، بعض درختوں میں تو اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے جیسے ارنڈ کھجور وغیرہ۔ تابیرِ نخل کی حدیث کا یہی مطلب ہے، نیز آسمانی چیزیں قیامت تک فانی نہیں اس لئے ان کی اولاد بھی نہیں اور رب تعالیٰ تو واجب الوجود ہے اس لئے اولاد سے پاک ہے۔

چوتھی حکمت : اولاد باپ کی ہم جنس چاہیئے آپ کے جسم کے کیڑے جوئیں وغیرہ آپ کی اولاد نہیں، اگر رب تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو اس کے ہم جنس ہوتی اور جنس کے لئے فصل ضروری اور جنس فصل کے لئے مادہ ضروری اسی لئے رب کا مادی ہونا لازم آتا ہے اور وہ تو مادہ سے پاک لہذا اولاد سے بھی پاک۔

پانچویں حکمت : اولاد میں ماں باپ کے سے ذاتی صفات چاہیئے انسان کا بچہ انسان کی طرح ضاحک متعجب وغیرہ ہونا چاہیئے اگر رب تعالیٰ کے اولاد ہوتی تو وہ اس کی طرح واجب قدیم خالق وغیرہ ہوتی اور پھر اولاد ہونے کی وجہ سے اس سے پیچھے ہوتی واجب قدیم ہونا پیچھے ہونے کے خلاف ہے لہذا اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔

چھٹی حکمت : اولاد جو اپنا جز یعنی نطفے سے پیدا ہو، حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام حضرتِ جبریل علیہ السلام کے بیٹے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام مٹی کے بیٹے نہیں، آپ کے سر کی جوں وغیرہ آپ کی اولاد نہیں کیونکہ وہ آپ کے نطفے سے نہیں اور رب تعالیٰ نطفے وغیرہ سے پاک ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

ساتویں حکمت : اولاد میں ماں کی شرکت ہوتی ہے کہ اس کے کچھ اعضاء باپ کے نطفے سے بنتے ہیں کچھ ماں کے، اگر رب تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو اس میں ماں کی شرکت ہو جاتی اور وہ اس کا مستقل خالق نہ ہوتا اور یہ تو بڑا عیب ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

آٹھویں حکمت : اولاد ایک وقت تک ماں باپ کی محتاج پھر ان سے بے پرواہ اور پھر معاملہ بر عکس کہ ماں باپ بعض کاموں میں اولاد کے محتاج اور رب تعالیٰ محتاجی سے پاک لہذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔

نویں حکمت : اکثر اولاد والا خود بھی کسی سے نکلتا ہے جب رب تعالیٰ کسی سے بنا نہیں تو اس کی بھی کوئی اولاد نہیں اسی لئے فرمایا لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ۔ آدم و حوا علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے۔

دسویں حکمت : باپ کی تربیت ناقص ہوتی ہے کہ وہ بچے کو پال کر استاد اور شیخ کے حوالے کرتا ہے اور اگر خود ہی علم و معرفت کا اسے درس دے تو بھی باپ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ استاد اور شیخ ہونے کی حیثیت سے دے گا اور رب تعالیٰ کی پرورش کامل ہے کہ بندوں کے جسم اور روح و قلب اور قالب کو پالتا ہے لہذا وہ کسی کا باپ نہیں۔

گیارہویں حکمت : بیٹا باپ کا خادم ہوتا ہے نہ کہ عابد اسی طرح اس کا شریک ہوتا ہے نہ کہ اس کی مخلوق اگر رب تعالیٰ کی کوئی اولاد ہوتی تو خادم ہوتی اس کی عابد نہ ہوتی لہذا رب تعالیٰ کی معبودیت ناقص رہ جاتی۔

بارہویں حکمت : بیٹا اپنے باپ کا شریک ہوتا ہے نہ کہ بندہ اور مملوک، شہزادہ اپنے باپ کی رعایا نہیں کہلاتا بلکہ اس کی سلطنت کا حصہ دار اگر باپ اپنے بیٹے کو خریدے تو وہ فوراً آزاد ہو جاتا ہے لہذا اگر رب تعالیٰ کا بیٹا ہوتا تو وہ اس کا بندہ نہ ہوتا بلکہ اس کا برابر کا حصہ دار ہوتا۔

تیرہویں حکمت : باپ بہت آہستگی سے بیٹا حاصل کر سکتا ہے نہ کہ ایک دم کہ اس کا نطفہ عورت کے پیٹ میں نو ماہ تک پرورش پاتا ہے رب تعالیٰ اپنے پیدا فرمانے میں آہستہ پر مجبور نہیں لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

چودہویں حکمت : بیٹا اپنے باپ کا نمونہ اور ہم شکل ہوتا ہے رب تعالیٰ ہم شکل اور کسی کا نمونہ بننے سے پاک ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

پندرہویں حکمت : بیٹے تین قسم کے ہیں پوت، سپوت اور کپوت۔ پوت وہ ہے جو باپ کے برابر کمال دکھائے۔ سپوت وہ جو باپ سے بڑھ جائے۔ کپوت وہ جو باپ سے گھٹا ہوا رہے بلکہ اس کے نام کو ڈبو دے۔ اگر

رب تعالی کے بیٹا ہوتا تو سوال ہوتا کہ وہ کس قسم کا ہے؟ اگر سپوت ہے تو چاہئے اس کی مخلوق رب کی مخلوق سے بڑھی ہوئی ہو کہ رب تعالی لے سات آسمان ہیں تو اس کے کم از کم آٹھ تو ہوں اور اگر پوت ہے تو خلقیت اور مالکیت وغیرہ میں برابر ہونا چاہئے تھا اور کپوت ہوتا تو بیٹے کے عیب اور باپ کی مجبوری پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا تو نالائق رہا اور باپ اسے درست نہ کرسکا۔ (ماخوذ از تفسیر نعیمی جلد۔ا۔ص۵۸۵۔۵۸۷)

اعتراض: مسلمان بھی کہتے ہیں کہ بعض بندے محبوب اور بعض خلیل اور بعض اس کے حبیب ہیں جیسے کہ رب بیٹے سے پاک ہے چاہئے کہ دوست بنانے سے بھی پاک ہو؟

جواب: محبوبیت، خلقت، اصطفائی عبدیت کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اپنا مقبولِ بارگاہ کرے اس سے وہ غلام ہی رہیں گے مگر بیٹا ہونا بندے ہونے کے خلاف ہے جیسے کہ ہم حکمتوں میں بیان کرچکے لہٰذا اللہ عزوجل اولاد سے پاک ہے ہاں اس کے بعض بندے پیارے اور محبوب ہیں کہ اس کی حقِ بندگی خوب ادا کرتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی جلد۔ا۔ص۵۸۷)

اللہ کو اللہ کہنے کی حکمتیں

اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ لفظِ اللہ کی اصل اِلٰہٌ ہے پس ہمزہ کو حذف کردیا گیا اور اس کے عوض میں الف لام لایا گیا تو اللہ ہوگیا۔ اور اِلٰہٌ کے کئی معانی اس کے مشتقات کے اعتبار سے آتے ہیں مثلاً:

پہلی وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ اٰلِہَۃ اُلُوْہَۃ اور اُلُوْہِیَّۃ سے مشتق ہے بمعنی عبادت کرنا،، پس اِلٰہٌ مصدر بمعنی مَاْلُوْہٌ مفعول ہے جیسے کتاب بمعنی مکتوب ہے، لہٰذا مَاْلُوْہٌ بمعنی مَعْبُوْدٌ ہوا یعنی عبادت کیا ہوا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے کہ وہ معبود ہے۔

دوسری وجہ: اور اَلِہَ سے تَاَلَّہٗ اور اِسْتَاْلَہٗ ہے بمعنی عبد یعنی غلام بن جانا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ ساری مخلوق اس کی عبد یعنی غلام ہے۔

تیسری وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ سے مشتق ہے بمعنی حیران ہوا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی معرفت میں سب حیران ہیں۔

چوتھی وجہ: لفظِ اللہ اَلِھتُ اِلیٰ فُلَانٍ سے مشتق ہے بمعنی میں نے فلاں کے پاس جا کر سکون پایا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ لوگوں کے دل بھی اس کے ذکر سے سکون پاتے ہیں اور روحیں اس کی معرفت کی طرف سکون پاتی ہیں۔

پانچویں وجہ: لفظِ اللہ اَلَہَ سے مشتق ہے بمعنی جب نازل شدہ مصیبت سے گھبر اجائے تو اسے پناہ دی جائے۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب عابد مصیبتوں سے گھبرا کر اللہ کی طرف جاتا ہے تو اللہ اس کو پناہ دیتا ہے۔

چھٹی وجہ: لفظِ اللہ اَلَہَ الْفَصِیْلُ سے مشتق ہے بمعنی جبکہ وہ اپنی ماں کے ساتھ چمٹ جائے۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ بندے بھی اللہ کی رحمت کے ساتھ مصیبتوں میں گریا وزاری کرتے ہوئے چمٹنے والے ہوتے ہیں۔

ساتویں وجہ: لفظِ اللہ وَلِہَ سے مشتق ہے بمعنی متحیر و مخبوط العقل ہو جانا، پوشیدہ ہو جانا، چھپ جانا۔ بلند ہو جانا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی بھی بندوں کی نظروں سے، آنکھوں کے ادراک سے پوشیدہ ہے اور ہر چیز سے بلند وبالا ہے۔ اور اس کی معرفت میں بندے متحیر اور ان کی عقلیں مخبوط ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر بیضاوی ص۴۔۵)

امام سیبویہ کی مغفرت کا راز

امامِ سیبویہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا ما فعل اللہ بك؟ جواب دیا اللہ تعالی نے مجھے کثیر بھلائی عطا فرمائی کیونکہ میں نے اس کے نامِ پاک کو اَعْرَفُ الْمَعَارِف (خاصُ الخاص) قرار دیا تھا۔

(اللباب فی علوم الکتاب جلد۔۱۔ ص۱۳۸)

اسمِ جلالت اللہ کے متعلق نحوی نے بڑی معرکۃ الآراء بحث کی ہے کسی نے کہا کہ اسمِ جلالت اللہ مشتق ہے اور کسی نے کہا کہ مشتق نہیں ہے، کسی نے کہا کہ اسم ہے اور کسی نے کہا کہ عَلَم ہے، کسی نے کہا کہ اسمِ جلالت نکرہ تھا پھر الف ولام لگا کر اس کو معرفہ بنایا گیا ہے اور کسی نے کہا کہ یہ پہلے ہی سے معرفہ ہے لہٰذا مزید معرفہ بنانے کی حاجت نہیں ہے، مگر امامِ سیبویہ نے فرمایا کہ اسمِ جلالت پہلے سے معرفہ تھا اور الف ولام لگا کر اَعْرَفُ الْمَعَارِف بنادیا گیا ہے، اللہ رب العزت کو امامِ سیبویہ کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ اسی کے سبب ان کی مغفرت فرما دی۔

رحمتِ حق بہا نمی جوید رحمتِ حق بہانہ می جوید

(یعنی اللہ کی رحمت قیمت نہیں تلاش کرتی بلکہ اللہ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے) سبحٰن اللہ!

اللہ میاں کہنا کیسا؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ "میاں" کا لفظ بولنا ممنوع ہے۔ اللہ پاک، اللہ تعالیٰ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ وغیرہ بولنا چاہئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"(اللہ تعالیٰ کے لئے) مِیاں کا اِطلاق نہ کیا جائے (یعنی نہ بولا جائے) کہ وہ تین معنیٰ رکھتا ہے، ان میں دو2 ربُّ العزّت کے لئے مُحال (یعنی ناممکن) ہیں، مِیاں (یعنی) آقا اور شوہر اور مرد وعورت میں زِنا کا دلال، لہٰذا اِطلاق مَمنوع۔"

(فتاوٰی رضویہ ج14 ص614)

اللہ کے کل نام کتنے ہیں؟

حق تعالی کے تین ہزار نام ہیں جن میں سے ایک ہزار کو ملائکہ جانتے ہیں اور ایک ہزار صرف انبیائے کرام اور باقی ایک ہزار میں سے تین سو نام تورات شریف میں اور تین سو انجیل میں اور تین سو زبور میں اور ننانوے نام قرآن پاک میں ہیں اور ایک نام وہ ہے جس کو صرف حق تعالی ہی جانتا ہے لیکن بسم اللہ میں حق تعالی کے جو تین نام اللہ، رحمٰن اور رحیم آئے ان تین میں ان تین ہزار کے معنی پائے جاتے ہیں لہذا جس نے ان تین ناموں سے حق تعالی کو یاد کر لیا گویا اس نے تمام ناموں سے اس کو یاد کیا۔ (تفسیر نعیمی جلد۔۱۔ص۴۱)

اللہ مکان سے کیوں پاک ہے؟

میرے شیخِ طریقت امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس قادری رضوی (دامت برکاتہم العالیہ) اپنی مایہ ناز تصنیف کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب میں تحریر فرماتے ہیں: آج کل عموماً عوام یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اوپر رہتا ہے، اُس کا آسمان پر مکان ہے۔ بے شمار لوگ یوں بھی بولتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر جگہ ہے۔ حالانکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ خدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ جگہ و مکان سے پاک ہے۔ دراصل فلمیں ڈِرامے دیکھ دیکھ کر اور بے ہُودہ غزلیں اور فِلمی گانے سُن سُن کر بَہُت سے لوگوں کے ذِہنوں کے اندر کُفریہ عقیدہ جم گیا ہے۔ اور ان لوگوں سے سُن سُن کر اولاد دَر اولاد ذِہنوں میں معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ یہ عقیدہ مُنتقل ہوتا جارہا ہے۔ علمِ دین و علمائے دین سے دُوری کے باعث اللہُ الرَّحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا جگہ اور مکان سے پاک ہونا

بعض اَذہان قبول نہیں کر پاتے۔ خدائے حنّان و منّان جلّ جلالُہٗ کے جگہ و مکان سے پاک ہونے پر یوں تو بے شمار دلائل ہیں مگر میں صرف ایک دلیل عرض کرنے کی کوشِش کرتا ہوں، اِنْ شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ قَبولِ حق کا جذبہ رکھنے والا ذِہن فوراً قبول کر لے گا!

پہلی دلیل: یہ بات ذِہن نشین فرمالیجئے کہ اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ قدیم ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ سے ہے۔ وہ تب سے ہے کہ جب اب تب کب، یہاں وہاں اوپر نیچے، دائیں بائیں وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی صفات کے علاوہ ہر چیز حادِث ہے۔ حادِث، قدیم کی ضد ہے۔ حادِث یعنی وہ کہ جو عدم سے وُجود میں آئے۔ اِس کو اور آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جو پہلے سے نہ تھا مگر بعد میں موجود ہو۔ اَلْحَمْدُ للہ عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان اللہ کریم عزّوَجَلَّ اور اس کی صفات کو قدیم ہی مانتا ہے اور اِس کے علاوہ ہر چیز بعد میں بنائی گئی اِس کو بھی تسلیم کرتا ہے تو بس اتنی سی بات سمجھنے کی ضَرورت ہے کہ بعد میں بنائی جانے والی چیزوں میں یقیناً زمین و آسمان، عرش و کرسی، اوپر نیچے دائیں بائیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اوپر ہے یا آسمان پر ہے یا عرش پر ہے یا ہر جگہ ہے تو پھر آسمان، عرش بلکہ ہر جگہ کو قدیم ماننا لازم آئے گا یا پھر یہ ذہن بنانا پڑے گا کہ پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ جگہ و مکان سے پاک تھا بعد میں جُوں جُوں وہ عَزَّوَجَلَّ چیزیں بناتا گیا اُن میں "رہتا" چلا گیا۔ جب "اوپر" وُجود میں آیا تو اوپر آ گیا، جب" نیچے " کی تخلیق ہوئی تو نیچے اُتر آیا،"عرش"بنایا تو عرش پر پہنچ گیا اور جب"جگہیں"پیدا کیں تو ہر جگہ تشریف لا کر رہنے لگا۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلاَّ بِاللہ

اللہ کرے دل میں اُتر جائے مِری بات (اٰمین)

اُمّید ہے کہ مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہو گا۔ بہر حال شرعی حکم یہی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو "اوپر" یا "آسمان پر رہتا ہے" یا "ہر جگہ ہے" کہنا کفرِ لُزومی ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا مسلمان اگرچِہ عُلمائے مُتَکَلِّمِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے نزدیک اسلام سے خارِج نہیں ہوتا تاہم فُقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام کے نزدیک اس پر حکمِ کفر ہے۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ توبہ، تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کرے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص۱۱۱۔۱۱۴)

دوسری دلیل: یہ ہے کہ ظرف مظروف سے بڑا ہوتا ہے مثلاً ہم کمرے میں رہتے ہیں تو ہم مظروف اور کمرہ ظرف ہے اور کمرہ ہم سے بڑا ہوتا ہے پس اگر اللہ عزوجل کے لئے مکان ثابت کریں تو مکان کا اللہ عزوجل

سے بڑا ہونا لازم آئے گا جو کہ کفر ہے کیونکہ اللہ عزوجل ہر چیز سے بڑا ہے جیسے کہ پانچوں نمازوں کی اذانوں میں مؤذن اللہُ اکبر۔ اللہُ اکبر کہتا ہے یعنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

سوال: اللہُ اکبر کا معنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ آپ نے کہاں سے لیا ہے حالانکہ اس کا سادہ سادہ ترجمہ اللہ بڑا ہے۔ ہوتا ہے پھر آپ نے یہ زیادتی کیسے کی؟

جواب: اللہُ اَکبَرُ کی اصل عبارت اللہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیءٍ ہے جس کا ترجمہ ہے اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس کو مختصر کر دیا گیا اور اللہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیءٍ کی جگہ اللہُ اکبر کہا جانے لگا۔ مزید تسلی و تصفی کے لئے علمائے اہلِ سنت سے رجوع فرمائیں ان شاء اللہ عزوجل وہ آپ کی ضرور رہنمائی فرمائیں گے۔

مکان کے مُتَعَلِّق کُفرِیّات کی 7 مثالیں

(1) اللہ تعالیٰ کے لئے جِہَت (یعنی سَمت) ماننا کفر ہے یعنی یہ کہنا اللہ تعالیٰ اوپر ہے وغیرہا۔ ﴿اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج 5 ص 203﴾ صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جِہَت (یعنی سَمت) و مکان وزَمان و حَرَکت وسُکون و شکل و صورت وَ جمیع حَوادِث سے پاک ہے۔ (بہارِ شریعت حصّہ 1 ص 8)

(2) خدا کے لئے مکان ثابِت کرنا (یعنی ماننا یا کہنا) کفر ہے۔ (اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج 5 ص 203)

(3) اللہ تعالیٰ کے لئے جسم اور مکان ثابِت کرنا کفر ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن کے مبارَک رسالے "قَوارِعُ القَہّار" (فتاوٰی رضویہ جلد 29 صفحہ 119 تا 285) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(4) یہ کہنا کہ " اوپر خدا ہے نیچے تم ہو۔" یہ کَلِمۂ کفر ہے۔

(بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 180، فتاوٰی قاضی خان ج 4 ص 470)

(5) جو کہے: "اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے" اگر تو اس نے وہ مراد لیا جو ظاہراً اخبار (یعنی احادیثِ مبارکہ) میں ہے اس کی حکایت (یعنی اُسی کا بیان) ہے تو پھر کفر نہیں۔ اگر مکان کی نیّت ہے تو کفر ہے اور اگر کچھ بھی نیّت نہیں تب بھی اکثر فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السّلام کے نزدیک کُفر ہے۔

(البحر الرائق ج 5 ص 203، فتاوٰی رضویہ ج 14 ص 284)

افسوس !اس طرح کے جملے لوگوں میں بکثرت بکے جاتے ہیں۔ آپ غور فرمالیجئے اگر خدانخواستہ زندگی میں کبھی اِس طرح بول دیا ہے تو توبہ، تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کر لیجئے۔

(6) یہ کہنا کہ "کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہ ہو" کلِمۂ کفر ہے۔

(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج14 ص620، مجمع الانھر ج2 ص505)

(7) جو کہے: "اللہ تعالیٰ آسمان سے یا عرش سے دیکھ رہا ہے" یہ قول کفر ہے۔

(فتاوٰی عالمگیری ج2 ص257)

اوپر اللہ کا سہارا" کہنے کا حکم شرعی

سُوال: کسی سے یوں کہنا کیسا ہے کہ "اُوپر اللہ کا سہارا'زمین پر آپکا سہارا۔"

جواب: کُفر ہے کہ اس میں اللہ تَبارَکَ وَتَعالٰی کے لئے مکان و سَمت کو ثابِت کیا جا رہا ہے۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص۱۰۹)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کو "اوپر والا" کہنا کیسا؟

سُوال: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے لیے اُوپر والا، بولنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تَبارَکَ وَتَعالٰی کی ذات کے لئے لفظ "اُوپر والا" بولنا کُفر ہے کہ اِس لفظ سے اسکے لئے جِہَت (یعنی سَمت) کا ثُبُوت ہوتا ہے اور اسکی ذات جِہَت (سَمْت) سے پاک ہے جیسا کہ حضرت علّامہ سعدُ الدِّین تَفْتازانِی علیہ رحمۃُ اللہ الوالی فرماتے ہیں: "اللہ تَبارَکَ وَتَعالٰی مکان میں ہونے سے پاک ہے اور جب وہ مکان میں ہونے سے پاک ہے توجِہَت (یعنی سَمت) سے بھی پاک ہے، (اِسی طرح) اُوپر اور نیچے ہونے سے بھی پاک ہے۔" (شرحُ العقائد ص60) اور حضرتِ علامہ ابنِ نُجَیم مِصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "جو اللہ عَزَّوَجَلّ کو اُوپر یا نیچے قرار دے تو اُس پر حکمِ کُفر لگایا جائے گا۔" (اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج5 ص203) لیکن اگر کوئی شخص یہ جملہ بُلندی و برتری کے معنٰی میں استعمال کرے تو قائِل پر حُکمِ کفر نہ لگائیں گے مگر اِس قول کو بُرا ہی کہیں گے اور قائِل کو اِس سے روکیں گے۔ (فتاوٰی فیض الرسول ج1 ص2)

"اللہ مسجد، مندر ہر جگہ ہے" کہنا

سُوال: کسی نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر جگہ ہے، کعبہ میں بھی ہے، مسجد میں بھی ہے، مندر میں بھی ہے اور گرجا میں بھی ہے" کہنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: کہنے والے پر لُزُومِ کُفر کا حکم ہے کیوں کہ اِس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مکان ثابِت کیا گیا ہے۔ اس طرح کے کلمات حمدیہ کلام میں بعض نعت خوان پڑھتے ہیں، ان کو توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۱۱۰-۱۱۱)

کیا اللہ سوتا بھی ہے؟

اللہ تعالی اونگھ اور سونے سے پاک ہے جیسے کہ قرآنِ عظیم میں ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ-(پ۳ البقرۃ ۲۵۵)	**ترجمۂ کنز الایمان:** اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

پہلی حکمت: صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی آیۃ الکرسی کے اس ٹکڑے کے تحت لکھتے ہیں: کیونکہ اونگھنا اور نیند کرنا نقص ہے اور اللہ عزوجل ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

(خزائن العرفان)

دوسری حکمت: صاحبِ روح البیان علامہ اسمعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: اللہ تعالی منزہ ہے ان عوارض سے جو اس کی مخلوق کو عارض ہوتے ہیں یعنی وہ سہو اور غفلت اور ملال وفترت (سستی) سے پاک ہے اور وہ جن اشیاء کی حفاظت پر قائم ہے وہ سستی کی وجہ سے نہ کمزور ہے اور نہ ہی اسے تھکاوٹ کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اور ایسے عوارض پر وہ تھکان اتارنے اور استراحت پر نہ مجبور ہوتا ہے نہ تھکاوٹ کو نیند اور اونگھ سے دور کرتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی مانند ہے اور موت حیات کی نقیض ہے۔ (روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

عقیدہ: اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جیسے اللہ تعالی کو موصوف بصفاتِ الکمال ماننا ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالی کو ہر نقصان کی صفات سے منزہ ماننا لازم ہے۔

تمام آسمان وزمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے

حضرتِ موسی علیہ السلام نے خواب کی حالت میں ملائکہ سے پوچھا کہ کیا ہمارا رب سوتا بھی ہے ؟ اللہ تعالی نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ موسی علیہ السلام کو جگاؤ، ایسے ہی تین بار فرمایا پھر فرمایا اسے مت سونے دو۔ جب موسی علیہ السلام جاگے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ پانی کی بھری ہوئی دو بوتلیں دونوں ہاتھوں میں تھامئے۔ جب موسی علیہ السلام نے ان بوتلوں کو ہاتھ میں لے لیا تو آپ علیہ السلام کو نیند کا غلبہ ہوا جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں سے دونوں بوتلیں گر کر ٹوٹ گئیں اور آپ علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی، اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمینوں کو تھاما ہوا ہے اگر مجھے نیند آجائے تو پھر تیری بوتلوں کی طرح تمام آسمان و زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ (روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

حدیث شریف: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نیند نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی شان کے لائق ہے کہ وہ نیند کرے۔

شرح حدیث: حضرتِ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں بیان ہے کہ اللہ تعالی پر نیند کا وقوع محال ہے اس لئے کہ نیند ایک عجز ہے اور اللہ تعالی عجز سے پاک ہے۔ (روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

اللہ کا مخلوق ہونا محال ہے

مخلوق عربی زبان کا لفظ ہے جو خَلَقَ یَخْلُقُ سے بنا ہے بمعنی پیدا کیا ہوا بنایا ہوا، اور یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ اللہ کو کسی نے پیدا نہیں کیا جیسے کہ سورۃ الاخلاص میں ہے وَلَمْ یُوْلَدْ یعنی اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اسی نے تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جیسے کہ پارہ ۱۱ سورہ یونس کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد ہوا:

اِنَّ فِی اخْتِلٰفِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝۶	**ترجمۂ کنزالایمان:** بیشک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لئے۔

لہذا اللہ عزوجل خالق ہوا مخلوق نہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ مخلوق کسی نہ کسی کی محتاج ہوتی ہے جبکہ اللہ عزوجل کسی کا محتاج نہیں جیسے کہ سورۃ الاخلاص میں ہے اللّٰهُ الصَّمَدُ یعنی اللہ بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟ (معاذ اللہ)

بیان کردہ تمام مضامین سے بخوبی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نواقص سے پاک اور تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے، اور جھوٹ بولنا ایک عیب ہے تو کیونکر اللہ تعالیٰ اس سے پاک نہ ہو چنانچہ اس ضمن میں آقا اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ اللہ العزت فرماتے ہیں:

مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو اگر کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو اس کے لئے یہی دو حرف کافی ہیں، اول یہ کہ کذب ایسا گندا ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزّت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف اس کی نسبت سے عار رکھتا ہے، اگر وہ اللہ عزوجل جلالہ کے لئے ممکن ہوا تو وہ عیبی ناقص ملوث گندی گھناؤئی نجاست سے آلودہ ہو سکے گا، کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے، مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے اسکے رب کی امان، ادنیٰ سمجھ وال یہودی نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہ کرے گا، پاکی ہے اسے جس کے سراپردہ عزت و جلال کے گرد کسی عیب و نقص کا گزر قطعا محال بالذات ہے، جس کی عظمت و قدوسیت کو ہر لوث و آلودگی سے بالذات منافات ہے۔ شرح مقاصد میں ہے: الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال۔ یعنی جُھوٹ باجمائے علماء محال ہے کہ وُہ بالاتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

(شرح المقاصد المبحث ا السادس فی انہ تعالیٰ متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲ / ۱۰۴)

نیز صاحبِ شرح مقاصد جملہ اہلسنت کے عقائد اجماعیہ میں فرماتے ہیں: طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث و الصانع قدیم متصف بصفات قدیمۃ و الا یصح علیہ الجھل ولا الکذب ولا النقص ۔ یعنی اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام جہان حادث و نو پیدا ہے، اور اس کا بنانے والا قدیم اور صفاتِ قدیمہ سے موصوف ہے، نہ اس کا جہل ممکن ہے نہ کذب ممکن ہے نہ اس میں کسی طرح کے عیب و نقص کا امکان ہے۔

(شرح المقاصد فصل ثالث مبحث ثامن دار االمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰)

دوم یہ کہ جب اس کا کذب ممکن ہو تو اس کا صدق ضروری نہ رہا، جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان ہو سکے گا، ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جُھوٹ کہہ دی ہو، جب وُہ جُھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا، کیا اس کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم و افسر ہے جو

اسے دبائے گا اور جو بات وہ کر سکتا ہے نہ کرنے دے گا، ہاں ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ سچ بولوں گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میرا سب باتیں سچی ہیں مگر جب اس کا جھوٹ ممکن ٹھہرا لو تو سرے سے اس وعدہ و فرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا، ہو سکتا ہے کہ پہلا جُھوٹ یہی بولا ہو، غرض معاذاللہ اس کا کذب ممکن مان کر دین و شریعت و اسلام و ملّت کسی کا اصلاً پتا نہیں لگا رہتا، جزا و سزا و جنت و نارہ حساب و کتاب و حشر و نشر کسی پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا، تعالیٰ اللہ عما یقولون الظلمون علوا کبیرا۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں۔

علاّمہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: الکذب فی اخبار اللہ تعالیٰ فیه مفاسد لا تحصی و مطاعن فی الاسلام لا تخفی، منها مقال الفلاسفة فی المعاد و مجال الملاحدة فی العناد و بطلان ماعلیه الاجماع من القطع بخلود الکفار فی نار فمع صریح اخبار اللہ تعالیٰ به، فجواز عدم وقوع مضمون هٰذا الخبر محتمل ولما کان هٰذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب جی اخبار اللہ تعالیٰ باطل قطعا۔

ترجمہ: اخبارالٰہیہ میں امکان کذب ماننے سے بے شمار خرابیاں اور اسلام میں ایسے طعنے سر اٹھائیں گے جو پوشیدہ نہیں منجملہ ان کے معاد کے بارے میں فلاسفہ کا کلام، عناد پر مبنی بے دینوں کی جسارت اور کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے جیسے اجماعی نظریات کا بطلان ہے باوجود یکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی تصریح وارد ہے، چناچہ اس خبر کے مضمون کے عدم وقوع کا جائز ہونا محتمل ہوا، اور جب یہ قطعا باطل ہے تو معلوم ہُوا کہ اخبار الٰہیہ میں امکان کذب کا قول قطعا باطل ہے۔

(شرح المقاصد المحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲ / ۲۳۸) (فتاوی رضویہ جلد ۱۵ص ۴۵۲۔۴۵۴)

اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت قطعی کفر ہے اور یہ کہنا کہ " جھوٹ بول سکتا ہے " یہ بھی کفر ہے۔ تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی کتاب "سُبْحٰنُ السُّبُوْحِ عَنْ کِذْبِ عَیْبٍ مَقْبُوْحٍ"(جھوٹ جیسے بد ترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان) اور "دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنُ السُّبُوْح"(رسالہ سُبْحٰنُ السُّبُوح کے باغ کا دامن) کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ احکم الحاکمین ہے

پارہ ۳۰ سورۃ التین کی آخری دو آیتوں میں کافر کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا:

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝	**ترجمۂ کنز الایمان:** تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے۔
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝	**ترجمۂ کنز الایمان:** کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

یعنی اس بیانِ قاطع وبرہانِ ساطع کے بعد اے کافر تو اللہ تعالیٰ کی یہ قدرتیں دیکھنے کے باوجود کیوں بعث وحساب وجزا کا انکار کرتا ہے۔ (خزائن العرفان)

سورۃ التین کی تلاوت کرنے کے متعلق حدیث پاک

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "جو سورۂ "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ" پڑھتے ہوئے "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ" پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے "بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْن" یعنی کیوں نہیں، یقیناً ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ والتین، ۵/۲۳۰، الحدیث: ۳۳۵۸)

اللہ ربُّ العٰلمین کی توہین کے مُتعلّق کُفریات کی 50 مثالیں

(1) "اللہ تو ہمارے لئے "ڈائزفام 80 کی گولی" کھا کر سوگیا ہے۔" یہ کہنا صریح کفر ہے۔

(2) پیار ایسا ہے کہ خدا کو بھی حیرت ہے۔ یہ کلِمۂ کفر ہے۔

(3) فُلاں کی حرکتوں سے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی پریشان ہے یا (4) فُلاں کو پیدا کر کے تو اللہ تعالیٰ بھی پچھتا رہا ہے یہ دونوں صریح کفریات ہیں۔

(5) "وہ تو اللہ کے بچھواڑے رہتا ہے" یہ کلمۂ کفر ہے۔

(6) خدا کو مخلوق کہنا (7) خدا کا بندہ بننے سے انکار کرنا (8) خدا کی نفی (یعنی انکار) یہ تینوں صریح کلماتِ کُفر ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج15 ص278)

(9) کسی شخص سے کہنا کہ "تُو خدا کو بھول جا" کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج15 ص278)

(10)"رب رُوٹھتا ہے تو رُوٹھے میرا محبوب مجھ سے نہ رُوٹھے۔" یہ کلِمۂ کفر ہے۔ اِس طرح کے جُملے عام طور پر فلمی گانوں میں استِعمال ہوتے ہیں۔ معنیٰ جاننے کے باوُجود لوگ ایسے گانے بخوشی چلاتے اور سنتے ہیں ان سب پر بھی حکمِ کفر ہے۔

(11) یہ کہنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خطا کرتا ہے یا (12) یہ کہنا کہ اس میں کوئی نَقص (یعنی خامی) ہے۔ یہ دونوں کُفرِیات ہیں۔

(13) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی شے میں حُلُول کرنے کا عقیدہ کفریہ ہے۔

(14) جو کہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری بیماری اور بیٹے کی مَشَقّت کے باوُجود اگر مجھے عذاب دیا تو اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔" یہ کہنا کفر ہے۔ (البحرُ الرَّائق ج5 ص209)

(15) جو کہے: "اے اللہ! مجھے رِزق دے اور مجھ پر تنگدستی ڈال کر ظلم نہ کر۔" ایسا کہنا کفر ہے۔ (فتاوٰی خانیہ ج3 ص 467)

(16) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا، اسے ظالِم کہنا کفر ہے۔ (فتاوٰی امجدیہ ج4 ص432)

(17) جو شخص کہے: "اللہ جانتا ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا حالانکہ (اس کو معلوم ہے کہ) وہ کام اس نے کیا ہے۔" تو اُس پر حکمِ کفر ہے۔ (منح الروض الازھر لِلقاری ص 511)

اس طرح کا جملہ مسجد میں آکر سُوال کرنے والے اور اس کے علاوہ کئی مَواقِع پر بکثرت استعمال ہوتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا تو یہ "تکیہ کلام" ہوتا ہے۔ سچّی بات میں اگر کہا تو حرج نہیں تاہم اس طرح کہنے کی عادت نکال دینا مناسب ہے کہ عادت ہوئی تو جھوٹی بات پر بھی منہ سے نکل سکتا ہے۔

(18) اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کسی بھی شئے یا کسی ذات کا محتاج کہنا کفر ہے۔

(19) "اگر قِیامت میں اللہ عَزَّوَجَلّ حق کے ساتھ فیصلہ کریگا تو میں تم سے اپنا حق لے لوں گا۔" اِس طرح کہنا کفر ہے۔ (عالمگیری ج2 ص 259) کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ فیصلہ کرنے میں شک کا اظہار ہے۔

(20) کسی زَبان دراز آدمی سے کہا: "خدا تمہاری زَبان کا مقابلہ نہیں کر سکتا میں کیسے کر سکوں گا۔" یہ کہنا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت حصّہ 9 ص180)

(21) ایک نے دوسرے سے کہا: اپنی عورَت کو قابو میں کیوں نہیں رکھتا؟ اُس نے کہا: "عورَتوں پر خُدا کو تو قدرت ہے نہیں، مجھے کہاں سے ہو گی!" یہ کہنا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 180)

(22) "ارے یہ تو اِتنا چالاک ہے کہ خدا کو بھی دھوکہ دیدے" یہ کَلِمۂ کفر ہے۔

(23) ایک نے دوسرے پر ظُلم کیا، مظلوم نے کہا: خدا نے یِہی مُقدّر کیا تھا۔ ظالم نے کہا: "میں اللہ کے مقدَّر کیے بِغیر کرتا ہوں۔" یہ کُفر ہے۔ (بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 180، عالمگیری ج 2 ص 261)

(24) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی تَصغیر (تَص۔غِیر) کرنا کُفر ہے، جیسے کسی کا نام عبدُ اللہ یا عبد الخالق یا عبدُ الرحمٰن ہو، اُسے پکارنے میں آخِر میں الف وغیرہ ایسے حُرُوف مِلا دیں جس سے تَصغیر سمجھی جاتی ہے۔

(بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 180، اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج 5 ص 203)

تَصغیر کا مطلب ہے کسی شے کو چھوٹا کر کے بیان کرنا، جیسے کتاب سے کِتابچہ، مکھ سے مُکھڑا، کمر سے کمریا، روپیہ سے رُپلّی، آنکھ سے اَنکھڑی، نگر سے نگری یا نگریا وغیرہ وغیرہ۔ صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: بعض اسمائے اِلٰہِیّہ جن کا اِطلاق (یعنی بولا جانا) غیرُ اللہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا دوسروں) پر جائز ہے ان کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے جیسے علی، رشید، کبیر، بَدِیع۔ کیونکہ بندوں کے (رکھے جانے والے ان) ناموں میں وہ معنیٰ مُراد نہیں جن کا ارادہ اللہ تعالیٰ پر اِطلاق کرنے (یعنی بولے جانے) میں ہوتا ہے اور ان ناموں میں اَلِف ولام ملا کر بھی نام رکھنا جائز ہے مَثَلاً اَلعلی، اَلرَّشید، ہاں اس زمانے میں چونکہ عوام میں ناموں کی تَصغیر کرنے کا بکثرت رَواج ہو گیا ہے لہٰذا جہاں ایسا گمان ہو ایسے نام (رکھنے) سے بچنا ہی مُناسِب ہے۔ خُصُوصاً جب اسمائے اِلٰہِیَّہ کے ساتھ عَبد کا لفظ ملا کر نام رکھا گیا مَثَلاً عبدُ الرّحیم، عبدُ الکریم، عبدُ العزیز کہ یہاں مُضاف اِلیہ (1) سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے اور ایسی صورت میں تَصغیر اگر قصداً ہوتی تو معاذَ اللہ کُفر ہوتی کیونکہ یہ اس شخص کی تصغیر نہیں بلکہ معبودِ برحق جَلَّ جَلالُہٗ کی تَصغیر ہے مگر عوام اور ناواقِفوں کا یہ مقصد یقیناً نہیں ہے اسی لیے وہ حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ ان کو سمجھایا اور بتایا جائے اور ایسے موقع پر ایسے نام ہی نہ رکھے جائیں جہاں یہ اِحتمال (یعنی گمان) ہو۔

(بہارِ شریعت حصّہ 16 ص 245 مکتبۃ المدینہ، دُرِّ مُختار، رَدُّالمُحتار ج 9، ص 688)

(25) اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے یہ ماننا کہ وہ سوتا (26) اُونگھتا اور (27) بھکتا ہے کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 15 ص 183)

(28)جو شخص دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلامِ حقیقی کا مُدّعی (دعویدار) ہو کافر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج15ص186)

(29)یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ کا علم قدیم نہیں ہے۔" کفر ہے۔(فتاوٰی عالمگیری ج2ص262)

(30)جو اللہ کے لئے باپ یا(31)بیوی یا(32)بیٹا مانے وہ کافر ہے اور جو ممکن کہے وہ گمراہ بددین ہے۔(بہارِ شریعت حصّہ اول ص18)

(33)اگر ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اَجسام کے مانند جسم ہے۔یا کہے:"جیسے ہمارے ہاتھ یا پاؤں ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عَزَّوَجَل کے لئے بھی ہیں۔

(دُرِّ مُختار ج2ص358)

(34)اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف جَہالت یا(35)عِجز(یعنی مجبور ہونا)یا(36)نَقص(یعنی خامی)کی نسبت کرنا کُفر ہے۔(اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج5ص202)

(37)"خدا سے چھین لاؤں گا" کہنا کلِمۂ کفر ہے۔(38)یہ کہنا:"چھوڑ و یار!خدا سے ہم خود ہی نِمٹ لیں گے۔"یہ کلِمۂ کفر ہے۔

(39)جو کہے کہ مَعدوم(یعنی جو ابھی وُجود میں نہیں آئی ایسی) شے اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں وہ کافِر ہے۔(اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج5ص203)

(40)جس نے کہا:"اگر اللہ تعالیٰ مجھے فُلاں کے ساتھ جنّت میں داخِلے کا حکم کریگا تو میں نہیں جاؤں گا۔" کہنے والا کافر ہے۔(منح الروض ص522)

(41)کسی نے کہا:"اگر اللہ تعالیٰ نے فُلاں کے بِغیر جنّت دی تو میں جنّت میں نہ جاؤں گا یا(42)کہا:" اگر اللہ تعالیٰ نے فُلاں عمل کی وجہ سے جنّت دی تو میں جنّت میں نہ جاؤں گا" ایسے پر حکمِ کفر ہے۔

(مَجْمَعُ الْاَنْہُر ج2ص509)

(43)ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا:"اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تیری سِفارش کرے تو میں اُس کی سِفارش قَبول نہیں کروں گا۔" ایسا کہنا کفر ہے۔

(44)"اگر خدا بھی مجھے اس کام کا حکم دیتا تو میں نہ کرتا۔" یہ کہنا کفر ہے۔(عالمگیری ص258)

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن اس مسئلے کے تحت فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اور اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ اس کام کا کرنا مجھ پر بہت بھاری ہے اس حیثیت سے کہ اگر یہ کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل کیا ہوا فرض ہوتا تو بھی میرا نفس مجھے اس کے کرنے سے ضرور منع کرتا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔(مترجم حاشیہ عالمگیری باب احکام المرتدین ص24)

(45)دو آدمیوں میں لڑائی ہوئی، کسی نے کہا: صُلح کرلو۔ اِس پر اُس نے کہا: تم تو کیا اگر خدا کہے تب بھی صُلح نہیں کروں گا۔ یہ کلِمۂ کُفر ہے۔

(46)ایک نے دوسرے سے کہا: میں اور تم خدا کے حکم کے مُوافِق کام کریں۔ دوسرے نے کہا:"میں خدا کا حکم نہیں جانتا یا(47) کہا: یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا" کہنے والا کافر ہے۔

(بہارِ شریعت حصّہ 9ص 179)

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: یہ کلمہ "خدا کا حکم نہیں جانتا "جب مطلق کہا جائے اور اس سے مراد استخفاف (ہلکا جاننا) و توہینِ حکمِ خدا ہو تو اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں ہاں اگر اس نے اس کے حقیقی معنی مراد لئے جو شریعت کو نہ جاننے کے ہیں تو کفر نہیں اور جب اس (یعنی کہنے والے) کی مراد معلوم نہیں تو تکفیر نہ کرنے میں حفاظت ہے اگرچِہ زیادہ ظاہر اس سے اِستخفاف (یعنی ہلکا جاننا۔ توہین) ہی ہے۔(مترجم حاشیہ عالمگیری باب احکام المرتدین ص25)

(48)"میرے ظلموں سے تجھے خدا بھی نہیں بچائے گا۔" یہ کہنا کفر ہے۔

(49)کسی شخص سے کہا گیا:"اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا طلب کرو۔"اُس نے جواب دیا:"مجھے نہیں چاہئے۔" جواب دینے والے پر حکمِ کفر ہے۔(منح الروض ص522)

(50)کسی نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو جزائے خیر دے" محسن بولا: مجھے جزائے خیر نہیں چاہئے۔ محسن پر حکمِ کفر ہے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۱۳۲۔۱۴۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دوسرا باب

انبیاء ورسل علیہم السلام کے متعلق عقائد

رسل علیہم السلام کے متعلق (۴۵) عقائد

تنبیہ: مسلمان کے لیے جس طرح ذات وصفات کا جاننا ضروری ہے، کہ کسی ضروری کا انکار یا محال کا اثبات اسے کافر نہ کردے، اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لیے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال، کہ واجب کا انکار اور محال کا اقرار موجب کُفر ہے اور بہت ممکن ہے کہ آدمی نادانی سے خلاف عقیدہ رکھے یا خلاف بات زبان سے نکالے اور ھلاک ہو جائے۔

عقیدہ: (۱) نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: (۲) انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔

عقیدہ : (۳) اللہ عزوجل پر نبی کا بھیجنا واجب نہیں، اُس نے اپنے فضل وکرم سے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء بھیجے۔

عقیدہ: (۴) نبی ہونے کے لیے اُس پر وحی ہونا ضروری ہے، خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلاواسطہ۔

عقیدہ : (۵) بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں: "تورات" حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، "زبور" حضرت داوٗد علیہ السلام پر، "اِنجیل" حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، "قرآنِ عظیم" کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُر نور احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ کلامِ الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ ھمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ (عزوجل) ایک، اُس کا کلام ایک، اُس میں افضل ومفضول کی گنجائش نہیں۔

عقیدہ: (۶)وحیئ نبوت، انبیا کے لیے خاص ہے، جو اسے کسی غیرِ نبی کے لیے مانے کافر ہے۔ نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اُس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔ ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقا ہوتی ہے، اُس کو اِلہام کہتے ہیں اور وحی شیطانی کہ اِلقا من جانبِ شیطان ہو، یہ کاہن، ساحر اور دیگر کفّار وفسّاق کے لیے ہوتی ہے۔

عقیدہ: (۷)نبوّت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و رِیاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے، بلکہ محض عطائے الٰہی ہے، کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اُسی کو ہے جسے اس منصبِ عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبلِ حصولِ نبوّت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک، اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارجِ ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصّہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور جو اِسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصبِ نبوّت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔

عقیدہ: (۸)جو شخص نبی سے نبوّت کا زوال جاءز جانے کافر ہے۔

عقیدہ: (۹)نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمہ و اکابر اولیا، کہ اللہ عزوجل اُنھیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔

عقیدہ: (۱۰)انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے کذب وخیانت و جہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُروّت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمّدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں۔

عقیدہ: (۱۱)اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام پر بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے اُنھوں نے وہ سب پہنچا دیے، جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، کافر ہے۔

عقیدہ: (۱۲)احکامِ تبلیغیہ میں انبیا سے سہو ونسیان محال ہے۔

عقیدہ: (۱۳)اُن کے جسم کا برص وجذام وغیرہ ایسے امراض سے جن سے تنفّر ہوتا ہے، پاک ہونا ضروری ہے۔

عقیدہ: (۱۴)اللہ عزوجل نے انبیا علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی زمین و آسمان کا ہر ذرّہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے، مگر یہ علمِ غیب کہ ان کو ہے اللہ (عزوجل) کے دیے سے ہے، لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور علمِ عطائی اللہ عزوجل کے لیے محال ہے، کہ اُس کی کوئی صفت، کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہوسکتا، بلکہ ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیا بلکہ سیّد الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم سے مطلق علمِ غیب کی نفی کرتے ہیں، وہ قرآنِ عظیم کی اس آیت کے مصداق ہیں: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔یعنی: "قرآنِ عظیم کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کُفر کرتے ہیں۔"(پ۱، البقرۃ: ۸۵)

کہ آیتِ نفی دیکھتے ہیں اور اُن آیتوں سے جن میں انبیا علیہم السلام کو علومِ غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے، انکار کرتے ہیں، حالانکہ نفی واِثبات دونوں حق ہیں، کہ نفی علمِ ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ اُلوہیت ہے، اِثبات عطائی کا ہے، کہ یہ انبیا ہی کی شایانِ شان ہے اور مُنافی اُلوہیت ہے اور یہ کہنا کہ ہر ذرّہ کا علم نبی کے لیے مانا جائے تو خالق و مخلوق کی مساوات لازم آئے گی، باطل محض ہے، کہ مساوات توجب لازم آئے کہ اللہ عزوجل کیلئے بھی اتنا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہے گا مگر کافر، ذرّاتِ عالَم متناہی ہیں اور اُس کا علم غیر متناہی، ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال، کہ خدا جہل سے پاک، نیز ذاتی و عطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے، کہ اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم کہ ممکن و واجب وجود میں معاذاللہ مساوی ہو جائیں، کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود اور وجود میں مساوی کہنا صریح کُفر، کھلا شرک ہے۔ انبیا علیہم السلام غیب کی خبر دینے کے لیے ہی آتے ہیں کہ جنّت و نار و حشر و نشر و عذاب و ثواب

غیب نہیں تو اور کیا ہیں...؟ اُن کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جن تک عقل و حواس کی رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے۔ اولیا کو بھی علمِ غیب عطائی ہوتا ہے، مگر بواسطہ انبیا کے۔

عقیدہ: (۱۵) انبیائے کرام، تمام مخلوق یہاں تک کہ رُسُلِ ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو کسی غیرِ نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے۔

عقیدہ: (۱۶) نبی کی تعظیم فرضِ عین بلکہ اصلِ تمام فرائض ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب، کفر ہے۔

عقیدہ: (۱۷) حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے، بعض کا صریح ذکر قرآنِ مجید میں ہے اور بعض کا نہیں۔

عقیدہ: (۱۸) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا اور اپنا خلیفہ کیا اور تمام اسماو مسمّیات کا علم دیا، ملائکہ کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں، سب نے سجدہ کیا، شیطان (کہ از قسمِ جِن تھا، مگر بہت بڑا عابد زاہد تھا، یہاں تک کہ گروہِ ملائکہ میں اُس کا شمار تھا) بانکار پیش آیا، ہمیشہ کے لیے مردود ہوا۔

عقیدہ: (۱۹) حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا، بلکہ سب انسان اُن ہی کی اولاد ہیں، اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں، یعنی اولادِ آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہتے ہیں، یعنی سب انسانوں کے باپ۔

عقیدہ: (۲۰) سب میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور سب میں پہلے رسول جو کُفّار پر بھیجے گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں اُنھوں نے ساڑھے نو سو برس ہدایت فرمائی، اُن کے زمانہ کے کفّار بہت سخت تھے، ہر قسم کی تکلیفیں پہنچاتے، استہزا کرتے، اتنے عرصہ میں گنتی کے لوگ مسلمان ہوئے، باقیوں کو جب ملاحظہ فرمایا کہ ہر گز اصلاح پذیر نہیں، ہٹ دھرمی اور کُفر سے باز نہ آئیں گے، مجبور ہو کر اپنے رب کے حضور اُن کے ھلاک کی دُعا کی، طوفان آیا اور ساری زمین ڈوب گئی، صرف وہ گنتی کے مسلمان اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا جو کشتی میں لے لیا گیا تھا، بچ گئے۔

عقیدہ: (۲۱) انبیا کی کوئی تعداد معیّن کرنا جاءز نہیں، کہ خبریں اِس باب میں مختلف ہیں اور تعداد معیّن پر ایمان رکھنے میں نبی کو نبوّت سے خارج ماننے، یا غیرِ نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں، لہٰذا یہ اعتقاد چاہیے کہ اللہ عزوجل کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔

عقیدہ: (۲۲) نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا، اِن حضرات کو مرسلین اُولو العزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیا و مرسلینِ انس و مَلک و جن و جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں، بلا تشبیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل۔

عقیدہ: (۲۳) تمام انبیا، اللہ عزوجل کے حضور عظیم وجاہت و عزت والے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذاللہ چوہڑے چمار کی مثل کہنا کُھلی گستاخی اور کلمہ کفر ہے۔

عقیدہ: (۲۴) نبی کے دعوی نبوّت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر محالاتِ عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمّہ لیتا اور منکروں کو اُس کے مثل کی طرف بلاتا ہے، اللہ عزوجل اُس کے دعویٰ کے مطابق امرِ محالِ عادی ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں اسی کو معجزہ کہتے ہیں، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہو جانا اور یدِ بیضا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو جِلا دینا اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے تو بہت ہیں۔

عقیدہ: (۲۵) جو شخص نبی نہ ہو اور نبوّت کا دعویٰ کرے، وہ دعویٰ کر کے کوئی محالِ عادی اپنے دعوے کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتا، ورنہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔

فائدہ: نبی سے جو بات خلافِ عادت قبلِ نبوّت ظاہر ہو، اُس کو اِرہاص کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات صادر ہو، اس کو کرامت کہتے ہیں اور عام مومنین سے جو صادر ہو، اُسے معونت کہتے ہیں اور بیباک فجّار یا کفّار سے جو اُن کے موافق ظاہر ہو، اُس کو اِستدِراج کہتے ہیں اور اُن کے خلاف ظاہر ہو تو اِہانت ہے۔

عقیدہ: (۲۶) انبیا علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اُسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہوگئے، اُن کی حیات، حیاتِ شہدا سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے، فلھذا شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا، اُس کی بی بی بعدِ عدت نکاح کر سکتی ہے، بخلاف انبیا کے، کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے　　　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات　　　مثل سابق وہی جسمانی ہے

عقیدہ: (۲۷) اور انبیا کی بعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوئی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق انسان و جن، بلکہ ملائکہ، حیوانات، جمادات، سب کی طرف مبعوث ہوئے، جس طرح انسان کے ذمّہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اِطاعت فرض ہے۔ یوہیں ہر مخلوق پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ضروری۔

عقیدہ: (۲۸) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملائکہ و انس و جن و حُور و غلمان و حیوانات و جمادات، غرض تمام عالَم کے لیے رحمت ہیں اور مسلمانوں پر تو نہایت ہی مہربان۔

عقیدہ: (۲۹) حضور، خاتم النبیّین ہیں، یعنی اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوّت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم کر دیا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت ملنا مانے یا جاءز جانے، کافر ہے۔

عقیدہ: (۳۰) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل جمیع مخلوقِ الٰہی ہیں، کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہ سب جمع کر دیے گئے، اور اِن کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں، بلکہ اوروں کو جو کچھ مِلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے طفیل میں، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملا، بلکہ کمال اس لیے کمال ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے کرم سے اپنے نفسِ ذات میں کامل و اکمل ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمال کسی وصف سے نہیں، بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بن کر خود کمال وکامل ومکمّل ہو گیا، کہ جس میں پایا جائے اس کو کامل بنادے۔

عقیدہ: (۳۱) مُحال ہے کہ کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ہو، جو کسی صفتِ خاصّہ میں کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل بتائے، گمراہ ہے یا کافر۔

عقیدہ: (۳۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے مرتبہ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا، کہ تمام خَلق جُویائے رضائے مولا ہے اور اللہ عزوجل طالبِ رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عقیدہ: (۳۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے معراج ہے، کہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کُرسی و عرش تک، بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصّہ میں مع جسم تشریف لے گئے اور وہ قربِ خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و مَلَک کو کبھی نہ حاصل ہوا نہ ہو، اور جمالِ الٰہی بچشمِ سر دیکھا اور کلامِ الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام ملکوت السمٰوات والارض کو بالتفصیل ذرّہ ذرّہ ملاحظہ فرمایا۔

عقیدہ: (۳۴) تمام مخلوق اوّلین وآخرین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز مند ہے، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔

عقیدہ: (۳۵) قیامت کے دن مرتبہ شفاعتِ کبریٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح بابِ شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہو گی، بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کے حضور مخلوقات میں صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفیع ہیں اور یہ شفاعتِ کُبریٰ مومن، کافر، مطیع، عاصی سب کے لیے ہے، کہ وہ انتظارِ حساب جو سخت جانگزا ہو گا، جس کے لیے لوگ تمنّائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے، اِس بلا سے چھٹکارا کفّار کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت ملے گا، جس پر اوّلین و آخرین، موافقین و مخالفین، مؤمنین وکافرین سب حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد کریں گے، اِسی کا نام مقامِ محمود ہے اور شفاعت کے اور اقسام بھی ہیں، مثلاً بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے، جن میں چار اَرَب نوے کروڑ کی تعداد معلوم ہے، اِس سے بہت زائد اور ہیں، جو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے علم میں ہیں، بہتیرے وہ ہوں گے جن کا حساب ہو چکا ہے اور مستحقِ جہنم ہو چکے، اُن کو جہنم سے بچائیں گے اور بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے اور بعضوں کے درجات بلند فرمائیں گے اور بعضوں سے تخفیفِ عذاب فرمائیں گے۔

عقیدہ : (۳۶) ہر قسم کی شفاعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے۔ شفاعت بالوجاہۃ، شفاعت بالمحبۃ، شفاعت بالاذن، اِن میں سے کسی کا انکار وہی کریگا جو گمراہ ہے۔

عقیدہ : (۳۷) منصبِ شفاعت حضور کو دیا جاچکا، حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : أُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ۔

عقیدہ : (۳۸) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت مدارِ ایمان، بلکہ ایمان اِسی محبت ہی کا نام ہے، جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ : (۳۹) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِطاعت عین طاعتِ الٰہی ہے، طاعتِ الٰہی بے طاعتِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناممکن ہے، یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے یاد فرمائیں، فوراً جواب دے اور حاضرِ خدمت ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام کرے، بدستور نماز میں ہے، اِس سے نماز میں کوئی خلل نہیں۔

عقیدہ : (۴۰) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت جزوِ ایمان ورکنِ ایمان ہے اور فعلِ تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدّم ہے، اِس کی اہمیت کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زانو پر سرِ مبارک رکھ کر آرام فرمایا، مولیٰ علی نے نمازِ عصر نہ پڑھی تھی، آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے، مگر اِس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خوابِ مبارک میں خلل آئے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، جب چشمِ اقدس کھلی مولیٰ علی نے اپنی نماز کا حال عرض کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے

حکم دیا، ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مولیٰ علی نے نماز ادا کی پھر ڈوب گیا، اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوٰۃِ وُسطیٰ نمازِ عصر مولیٰ علی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی، کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صدقہ میں ملیں۔ دوسری حدیث اسکی تائید میں یہ ہے کہ غارِ ثور میں پہلے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے، اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اُس کے سوراخ بند کر دیے، ایک سوراخ باقی رہ گیا، اُس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا، تشریف لے گئے اور اُن کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر آرام فرمایا، اُس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اُس نے اپنا سَر صدیقِ اکبر کے پاؤں پر مَلا، انھوں نے اِس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا، آخر اُس نے پاؤں میں کاٹ لیا، جب صدیقِ اکبر کے آنسو چہرہ انور پر گرے، چشمِ مبارک کھلی، عرضِ حال کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعابِ دہن لگا دیا فوراً آرام ہو گیا، ہر سال وہ زہر عَود کرتا، بارہ برس بعد اُسی سے شہادت پائی۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں	اَصل ُالاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

عقیدہ: (۴۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس طرح اُس وقت تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِس عالم میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے، اب بھی اُسی طرح فرضِ اعظم ہے، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو بکمالِ خشوع و خضوع و انکسار باادب سُنے، اور نامِ پاک سُنتے ہی درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے، کہ بکثرت ذکر کرے اور درود شریف کی کثرت کرے اور نامِ پاک لکھے تو اُس کے بعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھے، بعض لوگ براہِ اختصار صلعم یا لکھتے ہیں، یہ محض ناجاءز و حرام ہے اور محبت کی یہ بھی علامت ہے کہ آل و اَصحاب، مہاجرین و انصار و جمیع متعلقین و متوسلین سے محبت رکھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت رکھے، اگرچہ وہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا کُنبہ کے کیوں نہ ہوں اور جو ایسا نہ کرے وہ اِس دعویٰ میں جھوٹا ہے، کیا تم کو نہیں معلوم کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے سب عزیزوں، قریبوں، باپ، بھائیوں اور وطن کو چھوڑا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی محبت ہو اور اُن کے دشمنوں سے بھی

اُلفت...! ایک کو اختیار کر کہ ضِدَّین جمع نہیں ہو سکتیں، چاہے جنت کی راہ چل یا جہنم کو جا۔ نیز علامتِ محبت یہ ہے کہ شانِ اقدس میں جو الفاظ استعمال کیے جائیں ادب میں ڈوبے ہوئے ہوں، کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بُو بھی ہو، کبھی زبان پر نہ لائے، اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پکارے تو نامِ پاک کے ساتھ ندا نہ کرے، کہ یہ جائز نہیں، بلکہ یوں کہے: یَانَبِیَّ اللّٰہِ! یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! یَا حَبِیبَ اللّٰہِ!

اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو تو روضہ شریف کے سامنے چار ہاتھ کے فاصلہ سے دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے، کھڑا ہو کر سر جھکائے ہوئے صلاۃ وسلام عرض کرے، بہُت قریب نہ جائے، نہ اِدھر اُدھر دیکھے اور خبردار...! خبردار...! آواز کبھی بلند نہ کرنا، کہ عمر بھر کا سارا کیا دھرا اکارت جائے اور محبت کی یہ نشانی بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و احوال لوگوں سے دریافت کرے اور اُن کی پیروی کرے۔

عقیدہ : (۴۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی قول و فعل و عمل و حالت کو جو بہ نظر حقارت دیکھے کافر ہے۔

عقیدہ: (۴۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائبِ مطلق ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تحتِ تصرّف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں اُن کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان اُن کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو اُنھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنّت سے محروم رہے، تمام زمین اُن کی مِلک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے، ملکوت السمٰوات والارض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیرِ فرمان جنت ونار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دیدی گئیں، رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا کا ایک حصہ ہے، احکامِ تشریعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ میں کر دیے گئے، کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔

عقیدہ: (۴۴) سب سے پہلے مرتبہ نبوّت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملا۔ روزِ میثاق تمام انبیا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا

اور اِسی شرط پر یہ منصبِ اعظم اُن کو دیا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الانبیا ہیں اور تمام انبیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّتی، سب نے اپنے اپنے عہدِ کریم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت میں کام کیا، اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نُور سے تمام عالَم کو منوّر فرمایا بایں معنی ہر جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

عقیدہ : (۴۵) انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، انکا ذکر تلاوتِ قرآن و روایتِ حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو اُن سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال...! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو، پھر اُنکے یہ افعال جن کو زَلَّت و لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزارہا حِکَم و مَصالح پر مبنی، ہزارہا فوائد و برکات کی مُثمِر ہوتی ہیں، ایک لغزشِ اَبِیْنَا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھیے، اگر وہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اُترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثُوبات کے دروازے بند رہتے، اُن سب کا فتحِ باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجہ بارکہ و ثمرہ طیّبہ ہے۔ بالجملہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش، مَن و تُو کس شمار میں ہیں، صدیقین کی حَسَنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔

نوٹ: یہ تمام عقائد بہارِ شریعت حصہ اول سے نقل کئے گئے ہیں لہذا ان تمام عقائد کے حوالہ جات وہیں سے دیکھ لئے جائیں۔

نبی اور رسول

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو "نبی" کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہیں ان کی عادتیں، خصلتیں نہایت پاکیزہ ہوتی ہیں۔ ان کا نام، نسب، جسم، قول، فعل، حرکات، سکنات سب سے اعلیٰ درجہ کے اور نفرت انگیز باتوں سے پاک ہوتے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ عقل کامل عطا فرماتا ہے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا عقلمند ان کے عقل کے کروڑویں درجہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ انہیں اللہ تعالیٰ غیب پر مطّلع فرماتا ہے وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی

اطاعت ۔ و عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم پہنچاتے اور اس کا رستہ دکھاتے ہیں۔ نبوّت بہت بلند اور بڑا مرتبہ ہے۔ کوئی شخص عبادت وغیرہ سے حاصل نہیں کر سکتا، چاہے عمر بھر روزہ دار رہے ،رات بھر سجدوں میں رویا کرے، تمام مال و دولت خدا کی راہ میں صدقہ کر دے، اپنے آپ بھی اس کے دین پر فدا ہو جائے مگر اِس سے نبوت نہیں پاسکتا۔ نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

نبی کی فرمانبرداری فرض ہے۔ انبیاء علیہم السلام تمام مخلوق سے افضل ہیں ان کی تعظیم و توقیر فرض اور ان کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے۔ آدمی جب تک ان سب کو نہ مانے مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں انبیاء علیہم السلام کی بہت عزّت اور مرتبت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔

ان انبیاء علیہم السلام میں سے جو نئی شریعت لائے ان کو رسول کہتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے ایک آن کے لئے ان پر موت آئی پھر زندہ ہو گئے۔ دنیا میں سب سے پہلے آنے والے نبی آدم علیہ السلام ہیں جن سے پہلے آدمیوں کا سلسلہ نہ تھا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنی قدرت کاملہ سے بے ماں باپ کے پیدا کیا اور اپنا خلیفہ بنایا اور علمِ اسماء عنایت کیا۔ ملائکہ کو ان کے سجدے کا حکم کیا۔ انہیں سے انسانی نسل چلی۔ تمام آدمی انہیں کی اولاد ہیں۔

قرآن پاک میں کتنے انبیائے کرام کا نام ہے اور کتنی بار آیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے آقا حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت نبی بھیجے قرآن پاک میں جن کا ذکر ہے ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲۵ بار آیا ہے۔

(۲) حضرت نوح علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۴۳ بار آیا ہے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۶۹ بار آیا ہے۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲۷ بار آیا ہے۔

(۵) حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۲ بار آیا ہے۔

(۶) حضرت اسحٰق علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۷ بار آیا ہے۔

(۷) حضرت یعقوب علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۶ بار آیا ہے۔

(۸) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۳۶ بار آیا ہے۔

(۹) حضرت ہارون علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲۰ بار آیا ہے۔

(۱۰) حضرت شعیب علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۱ بار آیا ہے۔

(۱۱) حضرت لوط علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲۷ بار آیا ہے۔

(۱۲) حضرت ہود علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۷ بار آیا ہے۔

(۱۳) حضرت داؤد علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۶ بار آیا ہے۔

(۱۴) حضرت سلیمان علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱۷ بار آیا ہے۔

(۱۵) حضرت ایوب علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۴ بار آیا ہے۔

(۱۶) حضرت زکریا علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۷ بار آیا ہے۔

(۱۷) حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۵ بار آیا ہے۔

(۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲۵ بار آیا ہے۔

(۱۹) حضرت الیاس علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۳ بار آیا ہے۔

(۲۰) حضرت الیسع علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲ بار آیا ہے۔

(۲۱) حضرت یونس علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۴ بار آیا ہے۔

(۲۲) حضرت ادریس علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲ بار آیا ہے۔

(۲۳) حضرت ذوالکفل علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۲ بار آیا ہے۔

(۲۴) حضرت صالح علیہ السّلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۹ بار آیا ہے۔

(۲۵) حضرت عزیر علیہ السلام کا نامِ مبارک قرآنِ مجید میں ۱ بار آیا ہے۔

(۲۶) حضور سید المرسلین مُحمّد رَّسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا نامِ مبارک محمد قرآنِ مجید میں ۴ بار آیا ہے۔ (اسلام کی بنیادی باتیں حصہ ۳ ص ۳۹۔ ۴۰)

انبیاء اور رسولوں کو بھیجنے کی حکمت

اللہ عزوجل نے انبیاء اور رسولوں کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ اللہ عزوجل کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچائیں اور بندے ان پر عمل کرکے ہدایت ونجات کی راہ پائیں۔ (شرح عقائد نسفیہ ص ۸۱)

انبیاء علیہم السلام کے رتبے

انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں۔ سب سے بڑا رُتبہ ہمارے آقا و مولیٰ سیّد الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیّین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم فرمادیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کمالات جدا جدا عنایت ہوئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات عالی میں جمع فرمادیئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاص کمالات بہت زائد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ خدا کی راہ انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعے ملتی ہے اور انسان کی نجات کا دارومدار انہیں کی فرمانبرداری پر ہے۔

(کتاب العقائد ص ۱۷)

"نبیِّ پاک کا گستاخ دوزخ میں جائے گا" کے چھبّیس حُرُوف کی نسبت سے سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی گستاخی کے مُتعلِّق کفرِیّات کی 26 مثالیں

(1) جو یہ مانے کہ نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بعد کسی کو نُبُوَّت ملی یا

(2) اسے جائز جانے وہ کافر ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصہ 1 ص 40 مکتبۃ المدینہ)

(3) آیتِ خاتَمُ النَّبِیّین کے مشہور معنیٰ میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کُفر ہے۔

(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج 14 ص 333)

(4) جو نُبُوَّت کا دعویٰ کرنے والے سے مُعجِزہ طلب کرے وہ کافِر ہے البتّہ اگر اُس کے عَجز (یعنی بے بسی) کے اِظہار کے لئے ہو تو کُفر نہیں۔ (اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج 5 ص 203، عالمگیری ج 2 ص 263) یعنی اُس کو یقینی طور پر

جھوٹا نبی مانتے ہوئے محض اُس کی رُسوائی کی خاطِر مُعجِزہ طلب کرنا کُفر نہیں کہ نُبُوَّت کا جُھوٹا دعویٰ کرنے والا کبھی مُعجِزہ ظاہِر نہیں کر سکتا۔

(5)شہید کو رسولُ اللّٰہ پر فضیلت دینا کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج14 ص640)

(6)یہ کہنا کہ محمد ٌرَّسولُ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کی طرف نَماز میں خیال لے جانا اپنے بیل یا گدھے کے تصوُّر میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدَرَجَہا بد تر ہے۔ کُفر اور سخت گستاخی ہے۔

(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج14 ص200، بہارِ شریعت حصہ 1 ص113)

(7)شیطانِ لعین کا علم نبیِّ کریم صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے علم غیب سے زیادہ ماننا خالِص کفر ہے۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت حصہ اول ص120)

(8)حُضُورِ اکرم صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے علمِ شریف کو بچّوں، جانوروں اور پاگلوں کے علم کی طرح کہنا صریح کفر ہے۔ (اَیضاً)

(9)پیارے آقا مدینے والے مصطَفٰے صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ بُغض رکھنا۔ یا(10) آپ صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے نامِ مبارک۔ یا (11)رسالت یا(12)سیرت۔ یا(13)سنّت کی تحقیر کرنا کفر ہے۔

(14)رسولِ کریم صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے کسی عمل مَثَلاً عمامہ باندھنے یا شملہ لٹکانے وغیرہ ان کی توہین کفر ہے جب کہ سنّت کی توہین مقصود ہو۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصہ 9 ص181)

(15)جو شَہَنْشاہِ زَمَن صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی طرف ایک لمحے کیلئے بھی پاگل پن منسوب کرے وہ کافِر ہے۔ ہاں غشی یا بیہوشی منسوب کرنے سے کافِر نہیں ہو گا۔ (فتاوٰی تاتار خانیہ ج5 ص480)

(16)جو کہے کہ "تاجدارِ رسالت صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی طرف سے ہم پر کوئی نِعمت نہیں ہے" وہ کافِر ہے۔ (اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج5 ص204)

(17)تاجدارِ رسالت، شَہَنْشاہِ نُبُوَّت صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بَشَرِیَّت کا مُطلَقاً انکار کفر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج14 ص358)

(18)بلکہ اِس میں شک کرنا بھی کفر ہے کیوں کہ نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بَشَرِیَّت قرآنِ مجید کی نَصِّ قَطعی سے ثابِت ہے۔ ہاں اپنے جیسا بشر نہ کہے خیرُ البشر، سیِّدُ البشر کہے۔" بشر

"کے مسئلہ پر تفصیلی معلومات کیلئے مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان کی عشق رسول میں ڈوبی ہوئی کتاب شانِ حبیب الرحمن صَفْحَہ 130 تا137 کا مطالعہ فرمائیے۔

(19)رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو ایلچی کہنا کفر ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج14 ص685)

(20)خالی رسول رسول کہنا اگر بقصد ترکِ تعظیم ہے تو کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج15 ص99)

(21)جو رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے واسطے کے بِغیر خدا تک پہنچنے کا دعویٰ کرے وہ کافِر ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج14 ص578)

(22)جو کہے: اللہ تک میں بے واسطۂ رسول پہنچا دیتا ہوں" وہ کافِر ہے۔ (23) مَدَنی مصطَفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو بہروپیا کہنا کفرِ شدید ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج15 ص308)

(24)جو سلطانِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو مخلوق نہ مانے وہ کافر ہے۔

(ماخوذ از فتاوٰی امجدیہ ج4 ص434)

(25)جو سرورِ انبیاء صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو خدا کہے یا(26)دونوں (یعنی اللہ اور اس کے رسول) کو بِعَینِہٖ (بِ۔عَ۔نِہٖ) ایک ذات مانے وہ کافِر ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی امجدیہ ج4 ص465)

ہمارا رب ایسا ہے

مسلمانو! ہمارا رب: اَللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی۔ ہے

مسلمانو! ہمارا رب: وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔ ہے

تیسرا باب

ملائکہ کے متعلق عقائد

ملائکہ کے متعلق ۱۰ عقائد

عقیدہ: (۱) فرشتے اجسامِ نوری ہیں۔

عقیدہ: (۲) اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔

عقیدہ: (۳) وہ وہی کرتے ہیں جو حکمِ الٰہی ہے، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطاً۔

عقیدہ: (۴) وہ اللہ (عزوجل) کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔

عقیدہ: (۵) فرشتے نہ مرد ہیں، نہ عورت۔

عقیدہ: (۶) اُن کو قدیم ماننا یا خالق جاننا کفر ہے۔

عقیدہ: (۷) انکی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا کیا اور اُس کے بتائے سے اُس کا رسول۔ چار فرشتے بہت مشہور ہیں: جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔

عقیدہ: (۸) کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔

عقیدہ: (۹) فرشتوں کے وجود کا انکار، یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں، یہ دونوں باتیں کُفر ہیں۔

نوٹ: یہ تمام عقائد بہارِ شریعت حصہ اول سے نقل کئے گئے ہیں لہذا دلائل وہیں ملاحظہ کر لئے جائیں۔

فرشتے کیا ہیں؟

فرشتے اللہ کے ایماندار، مکرّم بندے ہیں جو اس کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے ہیں۔ ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں۔ ان کے جسم نورانی ہیں، اور وہ نہ کچھ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالٰی کی عبادت میں ہیں۔ اللہ تعالٰی نے انہیں یہ قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کریں۔ (کتاب العقائد ص ۲۲)

ملائکہ کی قوت

ملائکہ کو اللہ تعالٰی نے بڑی قوت عطا فرمائی ہے وہ ایسے کام کر سکتے ہیں جسے لاکھوں آدمی مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ ان میں چار فرشتے بہت عظمت رکھتے ہیں۔ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل علیہم السلام۔ (کتاب العقائد ص ۲۳)

ملائکہ پر ایمان لانے کی حکمت

ملائکہ پر ایمان اس حیثیت سے ہے کہ وہ اللہ تعالی کے مکرم بندے ہیں، وہی اللہ اور رسولوں کے درمیان وسیلہ ہیں کہ اللہ تعالی سے کتابیں لے کر انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالی سے وحی لے کر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے حضور میں لاتے ہیں۔

(روح البیان جلد ۲ ص ۱۳۵)

تمام رسولوں، فرشتوں اور کتابوں پر ایمان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ کتنے فرشتوں پر ایمان لانا چاہیے ؟ تو آپ نے فرمایا: جتنے ملائکہ ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرماتا ہے:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ- ترجمہ کنزالایمان: سب نے مانا اللہ اور اسکے فرشتوں کو (پ۳، البقرہ: ۲۸۵)

کوئی تعداد مقرر نہ فرمائی۔ تمام فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، جس طرح " وَكُتُبِهٖ " فرمایا گیا۔ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ ۲۸۵، ج ۳، ص ۱۰۷ تا ۱۰۹، ملخصًا)

کتابوں میں چار کے نام معلوم ہیں اور ان کے سوا اور صُحف نازل ہوئے (جن کی حتمی تفصیل معلوم نہیں لھٰذا) یہی کہنا چاہیے کہ ہم تمام کتابوں پر ایمان لائے۔ اِسی طرح فرمایا "وَرُسُلِہٖ" یہاں بھی تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اِسی طرح جتنے ملائکہ ہیں سب پر ایمان لازم ہے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص ۴۴۰)

فرشتوں کی تعداد

حدیث میں ہے: آسمانوں میں چار اُنگل جگہ نہیں جہاں فرشتے نے سجدے میں پیشانی نہ رکھی ہو۔ (جامع ترمذی، کتاب الزہد، باب قول النبی۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۳۱۹، ج ۴، ص ۱۴۱) فرمایئے! کس قدر فرشتے ہیں؟

وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ

اور تیرے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (پ۲۹، المدثر: ۳۱)

فرشتوں کے ذمہ کون کون سے کام ہیں؟

ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں، بعض کے ذمّہ حضراتِ انبیائے کرام کی خدمت میں وحی لانا، کسی کے متعلق پانی برسانا، کسی کے متعلق ہوا چلانا، کسی کے متعلق روزی پہنچانا، کسی کے ذمہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا، کسی کے متعلق بدنِ انسان کے اندر تصرّف کرنا، کسی کے متعلق انسان کی دشمنوں سے حفاظت کرنا، کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کرکے اُس میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا، بہُتوں کا دربارِ رسالت میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی صلاۃ وسلام پہنچانا، بعضوں کے متعلق مُردوں سے سوال کرنا، کسی کے ذمہ قبضِ روح کرنا، بعضوں کے ذمّہ عذاب کرنا، کسی کے متعلق صُور پھُونکنا اور اِن کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔ (کتاب العقائد ص ۲۲۔۲۳)

ہر شَخْص پر روزانہ 20 فِرِشتوں کی ذمّہ داریاں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض لوگ کس قدَر ناقدرے ہوتے ہیں کہ ملائکہ تک کو بھی مَعاذَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تنقید کا نشانہ بناتے اور ان کی توہین پر اُتر آتے ہیں۔ یقیناً فِرِشتے معصوم ہیں اور ان کے ذَرِیعے ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر عظیم اِحسانات فرمائے ہیں۔ انسان پر کچھ فرشتے مقرّر کئے گئے ہیں، مختلف روایات میں ان کی جدا جدا تعداد بیان کی گئی ہے ان میں ایک ایمان افروز حدیثِ پاک یہ بھی ہے۔ چُنانچِہ امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عثمان

بن عَفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان، محبوبِ رحمن عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمتِ والا شان میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: "یارسولَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مجھے بتایئے کہ بندے کے ساتھ کتنے فِرِشتے ہوتے ہیں؟ حُضُور سراپا نور، فیض گنجور، شاہِ غَیُور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان! ایک فِرِشتہ تیری دائیں (سیدھی) طرف ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور یہ بائیں (اُلٹی) طرف والے فِرِشتہ کا اَمین ہے۔ جب تم ایک نیکی کرتے ہو تو اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، جب تم کوئی گناہ کرتے ہو تو بائیں (اُلٹی) طرف والا فرشہ دائیں (سیدھی) جانب والے فرشتے سے پوچھتا ہے: (کیا) میں (اس کا یہ گناہ) لکھ لوں؟ تو وہ کہتا ہے: نہیں، شاید یہ (اپنے گناہ پر) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِستِغفار کرے اور توبہ کرے۔ تو جب بائیں طرف والا فِرِشتہ تین مرتبہ گناہ لکھنے کی اجازت مانگتا ہے تو (دائیں طرف والا) کہتا ہے: ہاں (اب لکھ لو) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اِس سے محفوظ رکھے، یہ کیسا بُرا ساتھی ہے، اللہ عزَّوَجَلَّ کے مُتَعلِّق کتنا کم سوچتا ہے اور ہم سے کس قَدَر کم حیا کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ (پ26ق18)	ترجمۂ کنز الایمان: کوئی بات وہ زَبان سے نہیں نکالتا کہ اُس کے پاس ایک محافِظ تیّار نہ بیٹھا ہو۔

اور دو فِرِشتے تمہارے سامنے اور پیچھے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ (پ13 الرعد11)	ترجمۂ کنز الایمان: آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں اُس کے آگے پیچھے کہ بحکمِ خدا اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور ایک فِرِشتے نے تمہاری پیشانی کو تھاما ہوا ہے، جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضُع (یعنی انکساری) کرتے ہو تو وہ تمہیں بُلند کرتا ہے اور جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تکبُّر کا اظہار کرتے ہو تو وہ تمہیں تباہی میں ڈال دیتا ہے۔ اور دو فِرِشتے تمہارے ہونٹوں پر (مُتَعَیَّن) ہیں، وہ تمہارے لئے صِرف محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر دُرُود پڑھنے کو محفوظ کرتے ہیں اور ایک فِرِشتہ تمہارے منہ پر مُقرَّر ہے وہ تمہارے منہ میں سانپ داخِل ہونے نہیں دیتا۔ اور دو فِرِشتے تمہاری آنکھوں پر مُقرَّر ہیں۔ یہ کل دس فِرِشتے ہیں جو ہر انسان پر مُقرَّر ہیں۔ رات کے

فِرِشتے دن کے فِرِشتوں پر اُترتے ہیں، کیونکہ رات کے فِرِشتے دن کے فِرِشتوں کے عِلاوہ ہوتے ہیں۔ یہ بیس فِرِشتے ہر آدمی پر مُقرَّر رہیں۔ (تفسیر الطبری ج7 ص350 حدیث 20211)

"توہینِ مَلَک کفر ہے" کے تیرہ حُرُوف کی نسبت سے فِرِشتوں کے مُتعلِّق کُفرِیّات کی 13 مثالیں

(1) یہ کہنا: "فِرِشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں" صریح کفر ہے۔

(2) یہ کہنا: "اللہ تعالیٰ کو خبر نہیں اور فِرِشتے روح نکالنے آ گئے" صریح کفر ہے۔

(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج14 ص602)

(3) "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی اور کی روح قبض کرنے کا حکم دیا تھا اور مَلَکُ الْمَوت غلطی سے دوسرے کی روح قبض کرنے پہنچ گئے۔" کہنا کُفر ہے۔ (ایضاً)

(4) کسی بھی فِرِشتے کو عیب لگانا یا (5) اس کی توہین کرنا کفر ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت حصہ 9 ص182)

(6) اگر کسی نے جبرئیل (1)، میکائیل، اسرافیل، اور عزرائیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے ناموں کو کسی کاغذ میں لکھا پھر ان کی توہین اور حَقارت کی وجہ سے گندگی میں پھینکا تو کافِر ہے۔

(7) فِرِشتوں کو قدیم (یعنی ہمیشہ سے) ماننا یا (8) خالِق جاننا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ 1 ص48)

(9) "فِرِشتوں کے وُجُود کا انکار کرنا یا (10) کہنا: فِرِشتہ نیکی کی قوّت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں"، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ (بہارِ شریعت حصہ 1 ص49)

(11) کسی نے کہا: "فُلاں کی گواہی قبول نہیں کروں گا اگرچِہ وہ جبرئیل و میکائیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ہی کیوں نہ ہوں۔" یہ قول کفر ہے۔ (اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج5 ص205)

(12) جو کہے: "حضرتِ جبرئیل امین عَلَیْہِ السَّلام نے وحی لانے میں غَلَطی کی" وہ کافِر و مرتد ہے۔

(رَدُّالْمُحتار ج6 ص364)

(13) جس نے کہا: حضرتِ عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام نے روح قبض کرنے میں غَلَطی کی اس کا یہ قول کفر ہے۔

(مَجْمَعُ الْاَنْہُر ج2 ص507)

حُضُور مفتیٔ اعظم ھند کی حکایت

کہا جاتا ہے: ایک بار کسی جلسہ میں تاجدارِ اہلسنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حُضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولٰینا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مَنچ پر تشریف فرماتھے۔ ایک شُعلہ بیان مُقرِّر نے خُفیہ پولیس کو مخاطَب کرتے ہوئے جوشِ خِطابت میں کہہ دیا: "اگر حُکومت کے کِراماً کاتبین موجود ہیں تو لکھ لیں کہ۔۔۔۔" یہ سنتے ہی حُضور مفتیٔ اعظم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاکرم نے فوراً اُس کو ٹوکا اور توبہ کا حکم دیا۔ اس پر اُس مقرِّر نے فوراً بیان روک کر علَی الاِعلان توبہ کی۔ اللّٰہُ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حُضور مفتیٔ اعظم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاکرم کے ٹوکنے کا سبب یہ تھا کہ مقرِّر نے گورنمنٹ کی "خُفیہ پولیس" کو مَعاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ کراماً کاتبین یعنی بندوں کے اعمال لکھنے والے بُزُرگ اور معصوم فرِشتوں کے نام سے موسُوم کر دیا!

پیکرِ رُشد وہِدایت مفتیٔ اعظم کی ذات	عامِلِ قراٰن وسنّت مفتیٔ اعظم کی ذات

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۳۰۰)

چوتھا باب

آسمانی کتابوں کے متعلق عقاید

اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں کے متعلق (۱۲) عقائد

عقیدہ: (۱)

عقیدہ : (۲)بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں: "تورات" حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، "زبور" حضرت داوٗد علیہ السلام پر، "اِنجیل" حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، "قرآنِ عظیم" کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُر نور احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ کلامِ الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ ھمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ (عزوجل) ایک، اُس کا کلام ایک، اُس میں افضل و مفضول کی گنجاءش نہیں۔

عقیدہ: (۳)سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں، اُن میں جو کچھ ارشاد ہوا سب پر ایمان ضروری ہے، مگر یہ بات البتہ ہوئی کہ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اُمّت کے سپرد کی تھی، اُن سے اُس کا حفظ نہ ہو سکا، کلامِ الٰہی جیسا اُترا تھا اُن کے ہاتھوں میں ویسا باقی نہ رہا، بلکہ اُن کے شریروں نے تو یہ کیا کہ اُن میں تحریفیں کر دیں، یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا۔

لہٰذا جب کوئی بات اُن کتابوں کی ھمارے سامنے پیش ہو تو اگر وہ ھماری کتاب کے مطابق ہے، ہم اُس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہے تو یقین جانیں گے کہ یہ اُن کی تحریفات سے ہے اور اگر موافقت، مخالفت کچھ معلوم نہیں تو حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ تکذیب، بلکہ یوں کہیں کہ:

عقیدہ: (۴)چونکہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے، لہٰذا قرآنِ عظیم کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذِمّہ رکھی، فرماتا ہے:اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان:"بے شک ہم نے قرآن اُتارااور بے شک ہم اُس کے ضرور نگہبان ہیں۔" (پ۱۴،الحجر: ۹)

لہٰذا اس میں کسی حرف یانقطہ کی کمی بیشی محال ہے، اگرچہ تمام دنیااس کے بدلنے پر جمع ہو جائے تو جو یہ کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یاسورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا، یابڑھادیا، یابدل دیا، قطعاًکافر ہے، کہ اس نے اُس آیت کاانکار کیاجو ہم نے ابھی لکھی۔

عقیدہ: (۵) قرآنِ مجید، کتابُ اللہ ہونے پر اپنے آپ دلیل ہے کہ خود اعلان کے ساتھ کہہ رہا ہے:

وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۳﴾فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے سب سے خاص بندے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُتاری کوئی شک ہو تو اُس کی مثل کوئی چھوٹی سی سُورت کہہ لاؤ اور اللہ کے سوااپنے سب حمایتیوں کوبلالو اگر تم سچے ہو تو اگر ایسانہ کر سکو اور ہم کہے دیتے ہیں ہرگز ایسانہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو! جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔" (پ۱،البقرۃ: ۲۳۔۲۴)

لہٰذا کافروں نے اس کے مقابلہ میں جی توڑ کوششیں کیں، مگر اس کی مثل ایک سطر نہ بنا سکے نہ بناسکیں۔

عقیدہ: (۶)اگلی کتابیں انبیاءہی کو زبانی یاد ہوتیں، قرآنِ عظیم کا معجزہ ہے کہ مسلمانوں کابچّہ بچّہ یاد کرلیتاہے۔

عقیدہ: (۷) قرآنِ عظیم کی سات قرائتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں، ان میں معاذ اللہ کہیں اختلافِ معنی نہیں، وہ سب حق ہیں، اس میں اُمّت کے لیے آسانی یہ ہے کہ جس کے لیے جو قراءت آسان

ہو وہ پڑھے اور حکم یہ ہے کہ جس ملک میں جو قراءت رائج ہے عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جیسے ہمارے ملک میں قراءتِ عاصم بروایتِ حفص، کہ لوگ ناواقفی سے انکار کریں گے اور وہ معاذ اللہ کلمہ کفر ہو گا۔

عقیدہ: (۸) قرآنِ مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیے۔ یوہیں قرآنِ مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیت کو منسوخ کر دیا۔

عقیدہ: (۹) نَسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے، جب میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اُٹھا دیا گیا اور حقیقۃً دیکھا جائے تو اُس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے، احکامِ الٰہیہ سب حق ہیں، وہاں باطل کی رسائی کہاں...!

عقیدہ: (۱۰) قرآن کی بعض باتیں مُحکَم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ کہ اُن کا پورا مطلب اللہ اور اللہ کے حبیب (عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم) سوا کوئی نہیں جانتا۔ متشابہ کی تلاش اور اُس کے معنی کی کِنکاش وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی ہو۔

عقیدہ: (۱۱)

عقیدہ: (۱۲) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا اس طرح کہ جو کتابیں اللہ تعالٰی نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس بطریق وحی بھیجیں بے شک و شبہہ سب حق و صدق اور اللہ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغییر تبدیل تحریف سے محفوظ ہے اور محکم و متشابہ پر مشتمل ہے۔

قراٰن پاک کی توہین کی تقریباً 42 مثالیں

(1) قراٰنِ کریم یا مسجِد یا اِسی طرح کی وہ چیزیں جو شرعاً معظّم (دینی شِعار) ہیں ان کی جس نے توہین کی اُس نے کفر کیا۔ (مِنَحُ الرَّوض الازھر للقاری ص 457)

(2) قراٰنِ مجید کی کسی آیت کا مذاق اُڑانا کفر ہے۔ (اَیضاً ص 458)

(3) جان بوجھ کر قراٰنِ پاک کو زمین پر پھینکنا کُفر ہے۔ (فتاوٰی امجدیہ ج 4 ص 441)

(4) جس نے دف یا کسی باجے کے ساتھ قرآن شریف پڑھا اُس نے کفر کیا۔ (مِنَحُ الرَّوض ص 456)

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی وعدے یا (6) وعید کو جُھٹلائے وہ کافر ہے۔ (اَیضاً ص456)

(7) جس نے بطورِ توہین قرآنِ مُبین پر پاؤں رکھا وہ کافر ہے۔ (مِنَحُ الرَّوض ص 457)

(8) جس شخص سے کہا گیا تُو قرآن شریف کیوں نہیں پڑھتا؟ یا زِیادہ قراءَت کیوں نہیں کرتا؟ اِس نے جواب میں تَحقیراً کہا: "میرا دل بھر گیا" یا کہا: (9) "مجھے ناپسند ہے" یہ کہنا کفر ہے۔ (ایضاً)

(10) جس نے دوسرے سے کہا: " قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَد سے ہنڈیا پکاؤ۔" اُس نے کفر کیا۔ کیونکہ اس نے اس سے مذاق کا ارادہ کیا، تَبَرُّک کا نہیں۔ (اَیضاً ص 459) یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس سے مذاق کا ارادہ ہو تَبَرُّک کا نہیں۔

(11) جس نے قرآنِ کریم پڑھنے کا مذاق اُڑایا اُس نے کُفر کیا البتّہ اگر قاری یا اُس کی آواز و لہجے کا مذاق اُڑایا تو کفر نہیں۔ (اَیضاً ص458)

(12) جس نے بَہُت زیادہ تلاوتِ قرآنِ مجید کرنے والے سے کہا: "تو نے قرآن شریف یا فُلاں سورت کا گِریبان پکڑ لیا ہے۔" اس نے کفر کیا۔ (اَیضاً ص459)

(13) کسی شخص کو نَمازِ باجماعت کی طرف بُلایا گیا، اُس نے کہا: میں تو تنہا پڑھوں گا کیونکہ قراٰنِ پاک میں ہے، اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى یعنی اس نے تَنۡهٰی سے اُردو والا "تنہا" مُراد لیا، ایسا کہنا کفر ہے۔

(بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 182)

(14) "جو قرآنِ مجید کو غیر عَرَبی کہے" اس پر حکمِ کفر ہے۔ (مِنَحُ الرَّوض ص 463) البتّہ چند الفاظ ایسے ہیں جو ابتداءً عَجمی تھے لیکن پھر وہ عربی میں ہی داخِل ہو گئے اور اب وہ بھی غیر عربی نہ رہے۔

(15) قرآنِ کریم کی کسی آیت میں تحریف و تبدیلی کرنا یا (16) ایسا کرنا جائز ماننا کُفر ہے۔

(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج6 ص420)

(17) ہنسی مذاق کی نِیّت سے بے موقع آیاتِ قرآنیہ پڑھنا کفر ہے۔ (بہارِ شریت حصّہ 9 ص 182)

(18) جو قرآنِ پاک کو مخلوق مانے اُس نے کفر کیا۔ (بہارِ شریعت حصہ 1 ص20)

(19) اگر کسی نے قرآنِ مُبین کو توہین کی نیّت سے نَجاست میں ڈالا یا

(20) نَجاست کے قریب پھینک دیا تو کافر ہے۔

(21) جو شخص قرآنِ مجید کو ناقِص کہے وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج4 ص 442)

(22)اگر کوئی قرآنِ عظیم میں موجود انبیاء کے واقِعات یا(23)رسولوں کے مُعجِزات کا اِنکار کرے یا (24)قرآنِ کریم میں جو چیونٹیوں اور(25)ہُدہُد کے کلام کرنے کا تذکرہ ہے اس میں شک کرے یا (26)حضرتِ سیّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ علٰی نَبِیّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور جادو گروں کے قصّے(27)واقعۂ اَسرٰی (مسجد حرام سے مسجدِ اقصٰی تک)(28)اَصحابِ فیل اور(29)ان پر حملہ کرنے والے اَبابِیل پرندوں کے واقِعات(30)اَصحابِ کَہف کا قصّہ(31)حضرت سیّدُنا ابراھیم خلیلُ اللہ عَلٰی نَبِیّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے آگ میں ڈالے جانے کا واقِعہ وغیرہ وغیرہ قِصَصِ قرآن(یعنی قراٰنِ پاک میں بیان کردہ قِصّوں) کے سچّا ہونے میں شک کرے وہ کافِر ہے۔جب کہ اصل واقِعے کے وُجُود ہی کا انکار کرے۔البتّہ اس کی کوئی ایسی تفصیل جو قرآنِ پاک میں صَراحت سے(یعنی صاف صاف)مذکور نہیں ہے اس کے انکار پر حکمِ کفر نہیں ہے۔

(32)" آیات واحادیث کچھ نہیں" کہنے والا کافر و مُرتَد ہے۔　　(فتاوٰی رضویہ ج13 ص654)

(33)قرآنِ کریم میں جو ملائکہ (34)جِنّات اور(35)شیاطین کے واقِعات ہیں ان کو"خَیالی کہانیاں" کہنے والا کافر ہے۔

(36)قرآنِ مجید میں جو کسی ایک لفظ(37)ایک حَرف یا(38)ایک نُقطے کی کمی بیشی کا بھی قائل ہے یقیناً کافر و مُرتَد ہے۔　　(فتاوٰی رضویہ مخرَّجہ ج11 ص691ماخوذاً)

(39)اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ قرآنِ پاک میں جو کچھ ہے ان میں بعض سے بعض یقیناً ٹکراتا ہے تو وہ کافر ہے۔اگر ناسِخ و منسوخ کے سبب کہتا ہے تو تاویل ہے اور اگر نقص یعنی خامی نکالتا ہے تو کافر۔

(40)اگر کوئی قرآنِ پاک کے مُعجِزہ ہونے میں شک کرے یا(41)اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازِل کئے جانے میں شک کرے تو کافِر ہے۔

(42)اگر کوئی یہ کہے کہ اِس زمانے میں پڑھے لکھے لوگ مل جُل کر کوشِش کریں تو قرآنِ کریم کی مِثل یا قرآنِ عظیم سے بہتر کتاب لاسکتے ہیں تو وہ کافِر ہے۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۱۹۴۔۱۹۸)

پانچواں باب

جِنّ کے متعلق عقائد

جِنّ کے متعلق (۶) عقائد

عقیدہ: (۱) یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔

عقیدہ: (۲) اِن میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔

عقیدہ: (۳) اِن کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، اِن کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں۔

عقیدہ: (۴) یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح واجسام والے ہیں، اِن میں توالد وتناسل ہوتا ہے، کھاتے، پیتے، جیتے، مرتے ہیں۔

عقیدہ: (۵) اِن میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، مگر اِن کے کفّار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں، اور اِن میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سُنّی بھی ہیں، بدمذہب بھی، اور اِن میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔

عقیدہ: (۶) اِن کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

جِنّات کا وُجود

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیرِ اَہلسنّت دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ اپنے دلچسپ معلوماتی رسالے "جِنّات کی حِکایات" میں تحریر فرماتے ہیں، جِنّات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ انسان کی طرح عاقِل اور اَرواح واَجسام والے ہیں ان میں توالُد وتَناسُل (یعنی اولاد پیدا ہونا اور نَسل چلنا) ہوتا ہے، کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں۔ "بہارِ شریعت" میں ہے، "جِنّات کے وُجود کا انکار یا بدی کی قُوّت کا نام جِنّ یا شیطٰن رکھنا کُفر ہے"۔ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوُجُود جِنّات کے وُجُود کا انکار کر دیتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآنِ پاک

میں تقریباً چھبّیس (۲۶) مقامات پر جِنّات کا تذکرہ ہے اور ایک پوری سُورت کا نام ہی "سُورۃ الجِنّ" ہے۔ سورئہ رَحمٰن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ (الرحمٰن: ۱۵)	ترجمۂ کنزالایمان: اور جنّ کو پیدا فرمایا آگ کے لُوکے سے (یعنی خالص بے دھوئیں کے شعلہ سے)

جِنّات کی اَقسام

حضرت علامہ عَینی رحمۃُ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارَکہ اور آثار میں غور و فکر کرکے جِنّات کی مزید اَقسام بیان فرمائی ہیں۔

(۱) غول یا عِفرِیت: یہ سب سے خطرناک اور خبیث جنّ ہے، کسی سے مانوس نہیں ہوتا۔ جنگلات میں رہتا ہے عُموماً مسافِروں کو دکھائی دیتا ہے اور انہیں راستے سے بھٹکاتا ہے۔ (۲) عذار: یہ مصر اور یَمَن میں پایا جاتا ہے اسے دیکھتے ہی انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ (۳) ولہان: سَمُندر کے اوپر جَزیروں میں رہتا ہے اس کی شَکل ایسی ہے جیسے انسان شُتر مرغ پر سَوار ہو۔ جو انسان جَزیروں میں جاپڑتے ہیں اُنہیں کھالیتا ہے۔ (۴) شق: یہ انسان کے آدھے قد کے برابر ہوتا ہے سفر میں ظاہِر ہوتا ہے۔ (۵) بعض جِنّات انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں اور انہیں ایذا نہیں پہنچاتے۔ (۶) بعض جِنّات کنواری لڑکیوں کو اُٹھالے جاتے ہیں۔ (۷) بعض جِنّات کتّے اور چُھپکلی کی شکل میں ہوتے ہیں۔ (ملخص از، رسالہ: "جِنّات کی حکایات" ص ۱۰ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

جن کو جن کیوں کہتے ہیں

شارح بخاری علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: لغت میں جن کا معنی ہے ستر اور خفا اور جن کو اسی لئے جن کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ فرشتوں کو بھی جن کہا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج۔۱۔ص ۲۴۴)

جنات کس دن پیدا ہوئے

حضرت سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو بدھ کے دن، جنات کو جمعرات کے دن اور سیدنا آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا۔ (جامع البیان فی تاویل القرآن۔ج۔۱۔ص ۲۳۷)

جنات کو انسان سے پہلے پیدا کیا گیا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے جنت کو جہنم سے پہلے، اپنی رحمت کی اشیاء کو اپنے غضب کی چیزوں سے پہلے، آسمان کو زمین سے پہلے، سورج و چاند کو ستاروں سے پہلے، دن کو رات سے پہلے، دریا کو خشکی سے پہلے، فرشتوں کو جنوں سے پہلے، جنوں کو انسانوں سے پہلے اور نر کو مادہ سے پہلے پیدا فرمایا۔ (کتاب العظمۃ ص۲۹۹)

جنات کا باپ کون ہے؟

حضرت سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: جس طرح حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں اسی طرح ابلیس تمام جنات کا باپ ہے۔ (کتاب العظمۃ ص۴۲۹)

جنات کی تعداد

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چوتھی زمین کے اوپر اور تیسری زمین کے نیچے اتنے جنات ہیں کہ اگر وہ تمہارے سامنے آجائیں تو تمہیں سورج کی روشنی دکھائی نہ دے۔

(کتاب العظمۃ ص۴۱۷)

اور حضرت سیدنا عمرو بکالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب انسان کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو جنات کے یہاں نو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ (جامع البیان۔ج۔۹۔ص۸۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ انسانوں کے مقابلے میں جنات کی تعداد ۹ گنا ہے۔

کیا جنات بھی جنت میں جائیں گے؟

جنات کا جنت میں جانے، نہ جانے کے متعلق اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت کے آس پاس مکانوں میں رہیں گے جنت میں سیر کو آیا کریں گے۔

(عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن۔۔۔۔۔۔الخ، ج۱۰، ص۶۴۵)

جنّت تو جاگیر ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، اور وہ اُن کی اولاد میں تقسیم ہو گی۔

(ملفوظات اعلی حضرت ص۵۳۶)

ہمزاد کون ہوتا ہے؟

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰناشاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیہِ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد21 صَفْحہ216 تا217 پر فرماتے ہیں: ہمزاد از قسم شیاطین ہے، وہ شیطان کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے وہ مُطْلَقاً کافِر ملعونِ اَبدی ہے سوا اُس کے جو حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضِر تھا وہ بَرَکتِ صُحبتِ اقدس سے مسلمان ہو گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: لوگو! تم میں کوئی شخص نہیں کہ جس کے ساتھ ہمزاد جِنّ اور ہمزاد فرشتہ نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی کہ وہ (ہمزاد شیطان) مسلمان ہو گیا لہٰذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا۔ (صحیح مسلم ص 1512 حدیث 2814) مزید معلومات کیلئے فتاوٰی رضویہ جلد21 صَفْحہ216 تا219 کا مُطالَعہ فرمائیے۔

چھٹا باب

عالمِ برزخ کے متعلق عقائد

عالمِ برزخ کے متعلق (۱۲) عقائد

عقیدہ: (۱) دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالَم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں، مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام اِنس و جن کو حسبِ مراتب اُس میں رہنا ہوتا ہے۔

عقیدہ: (۲) اور یہ عالَم اِس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو، برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف۔

عقیدہ: (۳) ہر شخص کی جتنی زندگی مقرّر ہے اُس میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی، جب زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے، اُس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام قبضِ روح کے لیے آتے ہیں اور اُس شخص کے دہنے بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے فرشتے دکھائی دیتے ہیں، مسلمان کے آس پاس رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور کافر کے دہنے بائیں عذاب کے۔ اُس وقت ہر شخص پر اسلام کی حقّانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے، مگر اُس وقت کا ایمان معتبر نہیں، اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا، بلکہ یہ چیزیں مشاہد ہو گئیں۔

عقیدہ: (۴) مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جُدا ہو گئی، مگر بدن پر جو گزرے گی رُوح ضرور اُس سے آگاہ و متأثر ہو گی، جس طرح حیاتِ دنیا میں ہوتی ہے، بلکہ اُس سے زائد۔ دنیا میں ٹھنڈا پانی، سرد ہَوا، نرم فرش، لذیذ کھانا، سب باتیں جسم پر وارِد ہوتی ہیں، مگر راحت و لذّت روح کو پہنچتی ہے اور ان کے عکس بھی جسم ہی پر وارِد ہوتے ہیں اور کُلفت و اذیّت روح پاتی ہے، اور روح کے لیے خاص اپنی راحت واَلم کے الگ اسباب ہیں، جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے، بعینہٖ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں۔

عقیدہ: (۵)مرنے کے بعد مسلمان کی روح حسبِ مرتبہ مختلف مقاموں میں رہتی ہے، بعض کی قبر پر، بعض کی چاہِ زمزم شریف میں، بعض کی آسمان وزمین کے درمیان، بعض کی پہلے، دوسرے، ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند، اور بعض کی روحیں زیرِ عرش قندیلوں میں، اور بعض کی اعلیٰ علّیین میں مگر کہیں ہوں، اپنے جسم سے اُن کو تعلق بدستور رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اُسے دیکھتے، پہچانتے، اُس کی بات سنتے ہیں، بلکہ روح کا دیکھنا قُربِ قبر ہی سے مخصوص نہیں، اِس کی مثال حدیث میں یہ فرمائی ہے، کہ "ایک طائر پہلے قفص میں بند تھا اور اب آزاد کر دیا گیا۔"

عقیدہ: (٦) یہ خیال کہ وہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا جس کو تناسخ اور آواگون کہتے ہیں، محض باطل اور اُس کا ماننا کفر ہے۔

عقیدہ: (۷)موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہیں، نہ یہ کہ روح مر جاتی ہو، جو روح کو فنا مانے، بدمذہب ہے۔

عقیدہ : (۸)مردہ کلام بھی کرتا ہے اور اُس کے کلام کو عوام جن اور انسان کے سوا اور تمام حیوانات وغیرہ سنتے بھی ہیں۔

عقیدہ: (۹)جب مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اُس وقت اُس کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اُس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچّے کو زور سے چپٹا لیتی ہے، اور اگر کافر ہے تو اُس کو اِس زور سے دباتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں۔

عقیدہ: (۱۰)جب دفن کرنے والے دفن کرکے وہاں سے چلتے ہیں وہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اُس وقت اُس کے پاس دو فرشتے اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اُن کی شکلیں نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک ہوتی ہیں، اُن کے بدن کا رنگ سیاہ، اور آنکھیں سیاہ اور نیلی، اور دیگ کی برابر اور شعلہ زن ہیں، اور اُن کے مُہیب بال سر سے پاؤں تک، اور اُن کے دانت کئی ہاتھ کے، جن سے زمین چیرتے ہوئے آئیں گے، اُن میں ایک کو منکَر، دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، مردے کو جھنجھوڑتے اور جھڑک کر اُٹھاتے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں۔ پہلا سوال: ((مَنْ رَّبُّكَ؟))"تیرا رب کون ہے؟" دوسرا سوال: ((مَا

دِيْنُكَ؟))"تیرا دین کیا ہے؟" تیسرا سوال: ((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟))"ان کے بارے میں تُو کیا کہتا تھا؟" مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا:((رَبِّيَ اللّٰهُ.)) "میرا رب اللہ (عزوجل) ہے۔" اور دوسرے کا جواب دے گا: ((دِيْنِيَ الإِسْلاَمُ.)) "میرا دین اسلام ہے۔" تیسرے سوال کا جواب دے گا: ((هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى الله تعالىٰ عليه وَسلَّم.)) "وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔" وہ کہیں گے، تجھے کس نے بتایا؟ کہے گا: میں نے اللہ عزوجل) کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے، کہ سوال کا جواب پاکر کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تُو یہی کہے گا، اُس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کریگا کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ، اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ جنت کی نسیم اور خوشبو اُس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پھیلے گی، وہاں تک اُس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی اور اُس سے کہا جائے گا کہ تو سو جیسے دُولہا سوتا ہے۔ یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام میں اُن کے لیے جن کو وہ چاہے، ورنہ وسعتِ قبر حسبِ مراتب مختلف ہے، بعض کیلئے ستّر ستّر ہاتھ لمبی چوڑی، بعض کے لیے جتنی وہ چاہے زیادہ، حتیٰ کہ جہاں تک نگاہ پہنچے اور عُصاۃ(1) میں بعض پر عذاب بھی ہو گا ان کی معصیت کے لائق، پھر اُس کے پیرانِ عظام یا مذہب کے امام یا اور اولیائے کرام کی شفاعت یا محض رحمت سے جب وہ چاہے گا، نجات پائیں گے، اور بعض نے کہا کہ مؤمن عاصی پر عذابِ قبر شبِ جمعہ آنے تک ہے، اس کے آتے ہی اٹھا لیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عقیدہ: (۱۱)عذابِ قبر حق ہے۔ اور یوں ہی تنعیمِ قبر حق ہے، اور دونوں جسم و روح دونوں پر ہیں، جیسا کہ اوپر گزرا۔ جسم اگرچہ گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ مُوردِ عذاب و ثواب ہوں گے اور اُنھیں پر روزِ قیامت دوبارہ ترکیبِ جسم فرمائی جائے گی، وہ کچھ ایسے باریک اجزا ہیں ریڑھ کی ہڈی میں جس کو "عَجْبُ الذّنب" کہتے ہیں، کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں، نہ آگ اُنھیں جلا سکتی ہے، نہ زمین اُنھیں گلا سکتی ہے، وہی تُخمِ جسم ہیں۔ ولہٰذا روزِ قیامت روحوں کا اِعادہ اُسی جسم میں ہو گا، نہ جسمِ دیگر میں، بالائی زائد اجزا کا گھٹنا، بڑھنا، جسم کو نہیں بدلتا، جیسا: بچہ کتنا چھوٹا پیدا ہوتا ہے، پھر کتنا بڑا ہو جاتا ہے، قوی ہیکل جوان بیماری میں گھل کر کتنا حقیر رہ جاتا ہے، پھر نیا گوشت پوست آکر مثلِ سابق ہو جاتا ہے، اِن تبدیلیوں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شخص بدل گیا۔ یوہیں روزِ قیامت کا عَود ہے، وہی گوشت اور

ہڈیاں کہ خاک یا راکھ ہو گئے ہوں، اُن کے ذرّے کہیں بھی منتشر ہو گئے ہوں، رب عزوجل انھیں جمع فرما کر اُس پچھلی ہیئت پر لا کر اُنھیں پہلے اجزائے اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں، ترکیب دے گا اور ہر رُوح کو اُسی جسمِ سابق میں بھیجے گا، اِس کا نام حشر ہے، عذاب و تنعیمِ قبر کا اِنکار وہی کریگا، جو گمراہ ہے۔

عقیدہ: (۱۲) مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا، غرض کہیں ہو اُس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اُسے پہنچے گا، یہاں تک کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و ثواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام و علمائے دین و شہدا و حافظانِ قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ مر کے مٹی میں مل گئے، گمراہ، بد دین، خبیث، مرتکب توہین ہے۔

ساتواں باب

قیامت اور موت کے بعد اٹھایا جانا

قیامت اور موت کے بعد اٹھائے جانے کی متعلق (۱۵)

عقائد

عقیدہ: (۱) قیامت بیشک قائم ہو گی، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

عقیدہ: (۲) حشر صرف رُوح کا نہیں، بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے، جو کہے صرف روحیں اٹھیں گی جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ بھی کافر ہے۔

عقیدہ: (۳) دنیا میں جو رُوح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی اُس رُوح کا حشر اُسی جسم میں ہو گا، یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ روح متعلق کر دی جائے۔

عقیدہ: (۴) جسم کے اجزا اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہو گئے اور مختلف جانوروں کی غذا ہو گئے ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان سب اجزا کو جمع فرما کر قیامت کے دن اٹھائے گا، قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، ناخَتْنہَ شُدہ اٹھیں گے، کوئی پیدل، کوئی سوار اور ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو ۲، کسی پر تین ۳، کسی پر چار ۴، کسی پر د ۱۰ اس ہوں گے۔ کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدانِ حشر کو جائے گا، کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے، کسی کو آگ جمع کرے گی۔

یہ میدانِ حشر ملکِ شام کی زمین پر قائم ہو گا۔ زمین ایسی ہموار ہو گی کہ اِس کنارہ پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے، اُس دن زمین تانبے کی ہو گی اور آفتاب ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ راوی حدیث نے فرمایا: "معلوم نہیں میل سے مراد سُرمہ کی سلائی ہے یا میلِ مُسَافت"، اگر میل مسافت بھی ہو تو کیا بہت فاصلہ ہے...؟! کہ اب چار ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر ہے اور اِس طرف آفتاب کی پیٹھ ہے، پھر بھی جب سر کے مقابل آجاتا ہے، گھر سے باہر نکلنا دشوار ہو جاتا ہے، اُس وقت کہ ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا

اور اُس کا منہ اِس طرف کو ہو گا، تپش اور گرمی کا کیا پوچھنا...؟! اور اَب مٹی کی زمین ہے، مگر گرمیوں کی دھوپ میں زمین پر پاؤں نہیں رکھا جاتا، اُس وقت جب تانبے کی ہو گی اور آفتاب کا اتنا قرب ہو گا، اُس کی تپش کون بیان کر سکے...؟! اللہ (عزوجل) پناہ میں رکھے۔ بھیجے کھولتے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستّر گز زمین میں جذب ہو جائے گا ، پھر جو پسینہ زمین نہ پی سکے گی وہ اوپر چڑھے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہو گا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کمر، کسی کے سینہ، کسی کے گلے تک، اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثلِ لگام کے جکڑ جائے گا، جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہو گی محتاجِ بیان نہیں، زبانیں سُوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی، بعضوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی، دل اُبل کر گلے کو آجائیں گے، ہر مُبتلا بقدرِ گناہ تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا، جس نے چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دی ہو گی اُس مال کو خوب گرم کر کے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ پر داغ کریں گے ، جس نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی ہو گی اس کے جانور قیامت کے دن خوب طیار ہو کر آئیں گے اور اس شخص کو وہاں لٹائیں گے اور وہ جانور اپنے سینگوں سے مارتے اور پاؤں سے روندتے اُس پر گزریں گے، جب سب اسی طرح گزر جائیں گے پھر اُدھر سے واپس آکر یوہیں اُس پر گزریں گے، اسی طرح کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو، وعلی ھذا القیاس۔

پھر باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہو گا، بھائی سے بھائی بھاگے گا، ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے، بی بی بچے الگ جان چُرائیں گے، ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار، کون کس کا مددگار ہو گا...! حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہو گا، اے آدم! دوزخیوں کی جماعت الگ کر، عرض کرینگے: کتنے میں سے کتنے ؟ارشاد ہو گا: ہر ہزار سے نو سو ننانوے، یہ وہ وقت ہو گا کہ بچے مارے غم کے بوڑھے ہو جائیں گے، حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا، لوگ ایسے دکھائی دیں گے کہ نشہ میں ہیں، حالانکہ نشہ میں نہ ہوں گے، ولیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے، غرض کس کس مصیبت کا بیان کیا جائے، ایک ہو، دو۲ ہوں، ۱۰۰سو ہوں، ۱۰۰۰ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کرے، ہزار ہا مصائب اور وہ بھی ایسے شدید کہ الاماں الاماں...! اور یہ سب تکلیفیں دوچار گھنٹے، دوچار دن، دوچار ماہ کی نہیں، بلکہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہو گا، قریب آدھے کے گزر چکا ہے اور ابھی تک اھلِ محشر اسی حالت میں ہیں۔ اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈنا چاہیے کہ ہم کو اِن مصیبتوں سے رہائی دلائے، ابھی تک تو یہی نہیں پتا چلتا ہے کہ آخر کدھر کو جانا ہے، یہ بات

مشورے سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہم سب کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اِن کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا، اُنکی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، وہ ہم کو اِس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔

غرض اُفتاں و خیزاں کس کس مشکل سے اُن کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی چُنی ہوئی روح آپ میں ڈالی اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا اور جنت میں آپ کو رکھا، تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، آپ کو صفی کیا، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں...؟! آپ ہماری شفاعت کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔ فرمائیں گے: میرا یہ مرتبہ نہیں، مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے، آج رب عزوجل نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا، نہ آئندہ فرمائے، تم کسی اور کے پاس جاؤ! لوگ عرض کریں گے: آخر کس کے پاس ہم جائیں...؟ فرمائیں گے: نُوح کے پاس جاؤ، کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے، لوگ اُسی حالت میں حضرت نُوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن کے فضائل بیان کرکے عرض کریں گے کہ: آپ اپنے ربّ کے حضور ہماری شفاعت کیجیے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے، یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس لائق نہیں، مجھے اپنی پڑی ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ! عرض کریں گے، کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں...؟ فرمائیں گے: تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ، کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ خُلّت سے ممتاز فرمایا ہے، لوگ یہاں حاضر ہوں گے، وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اِس کے قابل نہیں، مجھے اپنا اندیشہ ہے۔

مختصر یہ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں بھیجیں گے، وہاں بھی وہی جواب ملے گا، پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجیں گے، وہ بھی یہی فرمائیں گے: کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں، آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے، کہ ایسا نہ کبھی فرمایا، نہ فرمائے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ، لوگ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے: تم اُن کے حضور حاضر ہو، جن کے ہاتھ پر فتح رکھی گئی، جو آج بے خوف ہیں، اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، تم

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، وہ خاتم النبیین ہیں، وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے، اُنھیں کے حضور حاضر ہو، وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔

اب لوگ پھِرتے پھِراتے، ٹھوکریں کھاتے، روتے چلّاتے، دُہائی دیتے حاضرِ بارگاہِ بے کس پناہ ہو کر عرض کریں گے: اے محمد! اے اللہ کے نبی! حضور کے ہاتھ پر اللہ عزوجل نے فتح باب رکھا ہے، آج حضور مطمئن ہیں، اِن کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کرکے عرض کریں گے: حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں ہیں! اور کس حال کو پہنچے! حضور بارگاہِ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں۔ جواب میں ارشاد فرمائیں گے: ((أَنَا لَهَا)) میں اس کام کے لیے ہوں، ((أَنَا صَاحِبُكُمْ)) میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے، یہ فرما کر بارگاہِ عزّت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے، ارشاد ہو گا: ((يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَه وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ)).

"اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمھاری بات سنی جائے گی اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت مقبول ہے۔" دوسری روایت میں ہے: ((وَقُلْ تُطَاعْ))."فرماؤ! تمہاری اِطاعت کی جائے۔"

پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہو گا، اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے، یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے، اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اَب تمام انبیا اپنی اُمّت کی شفاعت فرمائیں گے، اولیائے کرام، شہدا، علما، حُفّاظ، حُجّاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصبِ دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کریگا۔ نابالغ بچے جو مر گئے ہیں، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ علما کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے: ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا: کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا، علما اُن تک کی شفاعت کریں گے۔

عقیدہ: (۵) حساب حق ہے، اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔

عقیدہ: (٦) حساب کا منکر کافر ہے، کسی سے تو اس طرح حساب لیا جائے گا کہ خُفیۃً اُس سے پوچھا جائے گا: تو نے یہ کیا اور یہ کیا؟ عرض کریگا: ہاں اے رب! یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار لے لے گا، اب

یہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ اب گئے، فرمائے گا: کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب بخشتے ہیں۔ اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی باز پرس ہو گی، جس سے یوں سوال ہوا، وہ ھلاک ہوا۔ کسی سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہ دی...؟! تجھے سردار نہ بنایا...؟! اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کو مُسخّر نہ کیا...؟! ان کے علاوہ اور نعمتیں یاد دلائے گا، عرض کریگا: ہاں! تُونے سب کچھ دیا تھا، پھر فرمائے گا: تو کیا تیرا خیال تھا کہ مجھ سے ملنا ہے؟ عرض کریگا کہ نہیں، فرمائے گا: تو جیسے تُونے ہمیں یاد نہ کیا، ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔

بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر فرمائے گا کہ تُونے کیا کیا؟ عرض کریگا: تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہوسکے گا، نیک کاموں کا ذکر کر جائے گا۔ ارشاد ہو گا: تو اچھا تُو ٹھہر جا! تجھ پر گواہ پیش کیے جائیں گے، یہ اپنے جی میں سوچے گا: مجھ پر کون گواہی دیگا...؟! اس وقت اس کے مونھ پر مُہر کر دی جائے گی اور اَعضا کو حکم ہو گا: بول چلو، اُس وقت اُس کی ران اور ہاتھ پاؤں، گوشت پوست، ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا، وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمّت سے ستّر ہزار بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے طفیل میں ہر ایک کے ساتھ ستّر ہزار اور رب عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا، معلوم نہیں ہر جماعت میں کتنے ہوں گے، اس کا شمار وہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بِلا حساب جنت میں جائیں گے۔ اس امت میں وہ شخص بھی ہو گا، جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا ہو گا، جہاں تک نگاہ پہنچے، وہ سب کھولے جائیں گے، رب عزوجل فرمائے گا: ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے؟ میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ عرض کریگا: نہیں اے رب! پھر فرمائے گا: تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کریگا: نہیں اے رب! فرمائے گا: ہاں تیری ایک نیکی ھمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہو گا، اُس وقت ایک پرچہ جس میں "أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" ہو گا نکالا جائے گا اور حکم ہو گا جا تُلوا، عرض کرے گا: اے رب! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہ ہو گا، پھر ایک پلّے پر یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ، وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا۔ بالجملہ اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں، جس پر رحم فرمائے، تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔

عقیدہ: (۷) قیامت کے دن ہر شخص کو اُس کا نامہ اعمال دیا جائے گا، نیکوں کے دہنے ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں، کافر کا سینہ توڑ کر اُس کا بایاں ہاتھ اس سے پسِ پشت نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔

عقیدہ: (۸) حوضِ کوثر کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، حق ہے۔ اِس حوض کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے، اس کے کناروں پر موتی کے قبّے ہیں، چاروں گوشے برابر یعنی زاویے قائمہ ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے، اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ اور اس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ جو اس کا پانی پیے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا، اس میں جنت سے دو پر نالے ہر وقت گرتے ہیں، ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا۔

عقیدہ: (۹) میزان حق ہے۔ اس پر لوگوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے، نیکی کا پلّہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے، دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔

عقیدہ: (۱۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل مقامِ محمود عطا فرمائے گا، کہ تمام اوّلین وآخرین حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حمد وستائش کریں گے۔

عقیدہ: (۱۱) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا مرحمت ہو گا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں، تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اُسی کے نیچے ہوں گے۔

عقیدہ: (۱۲) صراط حق ہے۔ یہ ایک پُل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا، جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے، سب سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیاو مرسلین، پھر یہ اُمّت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اختلافِ اعمال پُلِ صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہو گیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سُرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پُل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ (عزوجل) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہو گا اُسے پکڑلیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ھلاک ہوا۔

یہ تمام اھلِ محشر تو پُل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پُل کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمّتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے: ((رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ)) ، اِلٰہی! ان گناہگاروں کو بچالے بچالے۔ اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے، کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرمارہے ہیں اور وہاں سے پُل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ اُنھیں کی دُوہائی، ہر شخص اُنھیں کو پکارتا، اُنھیں سے فریاد کرتا ہے اور اُن کے سوا کس کو پکارے...؟! کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے، دوسروں کو کیا پوچھے، صرف ایک یہی ہیں، جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالم کا بار اِن کے ذمّے۔

صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَعلیٰ آلِہٖ وأَصْحَابِہٖ وَبارَکَ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا مِنْ أَھْوَالِ الْمَحْشَرِ بِجَاہِ ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَفْضَلُ الصَّلاَۃِ وَالتَّسْلِیْمِ، اٰمِیْنَ!

یہ قیامت کا دن کہ حقیقۃً قیامت کا دن ہے، جو پچاس ہزار برس کا دن ہو گا، جس کے مصائب بے شمار ہوں گے، مولیٰ عزوجل کے جو خاص بندے ہیں ان کے لیے اتنا ھلکا کر دیا جائے گا، کہ معلوم ہو گا اس میں اتنا وقت صَرف ہوا جتنا ایک وقت کی نمازِ فرض میں صَرف ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعضوں کے لیے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔(وَمَآ اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ) "قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک جھپکنا، بلکہ اس سے بھی کم۔"

سب سے اعظم واعلیٰ جو مسلمانوں کو اس روز نعمت ملے گی وہ اللہ عزوجل کا دیدار ہے، کہ اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں، جسے ایک بار دیدار میسّر ہو گا، ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں مستغرق رہے گا، کبھی نہ بھولے گا اور سب سے پہلے دیدارِ الٰہی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہو گا۔

یہاں تک تو حشر کے اہوال واحوال مختصراً بیان کیے گئے، ان تمام مرحلوں کے بعد اب اسے ہیشگی کے گھر میں جانا ہے، کسی کو آرام کا گھر ملے گا، جس کی آسائش کی کوئی انتہا نہیں، اس کو جنت کہتے ہیں۔ یا تکلیف کے گھر میں جانا پڑے جس کی تکلیف کی کوئی حد نہیں، اسے جہنم کہتے ہیں۔

عقیدہ: (۱۵) قیامت و بعث و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و دوزخ سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے، مگر ان کے نئے معنی گھڑے (مثلاً ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا، یا حشر فقط روحوں کا ہونا)، وہ حقیقۃً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ اب جنت و دوزخ کی مختصر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

توحید کے بعد دوسری صفت جو ہر زمانے میں تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر مُنْکَشِف کی گئی اور جس کی تعلیم دینے پر وہ مامور کیے گئے وہ آخرت پر یقین رکھنا تھا کیونکہ دین کا **پہلا بنیادی اصول** یہ ہے کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے جس کی عبادت کی جانی چاہیے اور **دوسرا بنیادی اصول** آخرت پر یقین رکھنا ہے جسے سورۃ البقرہ ۲ کی پہلی ہی آیت میں عَلَی الت۔رتیب اس طرح فرمایا گیا ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ	ترجمہ کنزالایمان: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔
وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ	ترجمہ کنزالایمان: اور آخرت پر یقین رکھیں۔

اور ایسے ہی لوگوں کو ان ہی آیات میں مُتَّقِین (ڈر والے) کے لقب سے نوازا گیا ہے اور بلند مرتبہ کتاب (قرآن) ایسے ہی ڈر والوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی گئی ہے۔

انتخابِ انبیاء کی اہم وجہ

خدائے تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو اگر کلمۂ حق بلند کرنے کے لیے منتخب کیا تو منتخب کیے جانے کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ (قدرت اور علم والے) تھے، بلکہ جیسا خود خدائے تعالیٰ سورۂ صٓ کے رکوع ۴ میں فرماتا ہے کہ ان چیدہ بندوں کو منتخب کیے جانے کی وجہ ان کی یہ خالص صفت تھی کہ وہ دارِ آخرت کو یاد رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی یاد دلاتے تھے۔

چنانچہ ارشاد ہوا:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصٰرِ ﴿۴۵﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ (پ۲۳ سورہ ص ۴۵)

اِنَّآ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ذِكۡرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾	ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے۔ (پ۲۳ سورہ ص ۴۶)

فلاح ونجات کا مجرب نسخہ

جب کوئی اللہ اور اس کی قدرت اور حکمت پر ایمان لے آتا ہے تو وہ ایسا سہارا تھام لیتا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور وہ نتیجتاً فلاح کا حقدار بن کر اس چیز کو پالیتا ہے جس کا اس سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے یعنی آخرت کی کامیابی۔ دین میں عقیدۂ آخرت کی اسی اہمیت کے پیش نظر فرمایا گیا ہے:

هُوَ خَيۡرٌ ثَوَابًا وَّ خَيۡرٌ عُقۡبًا ﴿۴۴﴾	ترجمۂ کنز الایمان: اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام سب سے بھلا۔ (پ۱۵ الکہف ۴۴)

دینِ اسلام میں عقیدۂ آخرت کی اسی اہمیت کی وجہ سے روزِ جزا کو برحق ماننا ایک مومن کی صفات میں دیگر صفات کے ساتھ لازمی سی چیز قرار دی گئی ہے چنانچہ ایک موقعہ پر ان کی اس صفت کو اس طرح فرمایا گیا ہے:

وَ الَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۲۶﴾	ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔
وَ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ﴿۲۷﴾	ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔ (پ۲۹ المعارج ۲۶۔۲۷)

انکارِ آخرت کے بعد خدا کو ماننا بے معنٰی ہے

آخرت کے انکار کے بعد خدا کو ماننا دین اسلام میں کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ آخرت کو مُسۡتَبۡعَد سمجھنا صرف آخرت ہی کا انکار نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور حکمت کا بھی انکار ہے، کم ظرف لوگ جنہیں دنیا میں کچھ شان وشوکت حاصل ہو جاتی ہے ہمیشہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انہیں اسی دنیا میں جنّت نصیب ہو چکی ہے اور اب وہ کون سی جنّت ہے جسے حاصل کرنے کی وہ فکر کریں؟

وقوعِ قیامت عقل وانصاف کا تقاضا ہے

قیامت کا وقوع عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کیونکہ جب خدا نے انسان کو عقل و تمیز اور تصرُّف کے اختیارات دے رکھے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے اعمال وافعال سے بھی باخبر رہے گا اور یہ دیکھے گا کہ اُس کی زمین میں اِس نے ان اختیارات کو کیسے استعمال کیا؟ قیامت برپا کیے بغیر خدا کی حکمت کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اور ایک حکیم سے بعید ہے کہ وہ ان تقاضوں کو پورا نہ کرے اسی لیے فرمایا کہ

لِّيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ رِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ۝۴	ترجمۂ کنز الایمان: تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یہ ہیں جن کے لئے بخشش ہے اور عزّت کی روزی (پ۲۲ السبا ۴)

وقوع قیامت اخلاق کا بھی تقاضا ہے

قیامت برپا کیا جانا صرف عقل ہی کا تقاضا نہیں بلکہ اخلاق کا تقاضا بھی ہے۔ ہر زمانے میں انسان کے مختلف طریقوں میں اس معاملہ میں اختلافات رہے ہیں اور ہر ایک نے اپنے نظریے کے مطابق ایک اخلاقی فلسفہ اور ایک اخلاقی رویّہ اختیار کیا ہے آخر کوئی وقت تو ہونا چاہیے جب کہ ان سب کا اخلاقی نتیجہ صلہ یا سزا کی شکل میں ظاہر ہو، اس دنیا کا نظام اگر صحیح اور مکمل اَخلاقی نتائج کے ظہور کا مُتحمِّل نہیں ہے تو ایک دوسری دنیا ہونی چاہیے جہاں یہ نتائج ظاہر ہو سکیں۔

منکرین کے طنز و تمسخر کے قرآنی جوابات

جب منکرین اور کافرین علم حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ طنز اور تمسخر کے طور پر لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ جس قیامت کے آنے کی یہ پیغمبر (رسول اللہ) خبر دے رہے ہیں وہ تو آتی ہی نہیں تو خدا نے رسول اللہ سے کہا کہ

وَ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَاۡتِيۡنَا السَّاعَةُ ؕ قُلۡ بَلٰى وَ رَبِّىۡ لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ ۚ لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِى الۡاَرۡضِ وَ لَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرُ	ترجمۂ کنز الایمان: اور کافر بولے ہم پر قیامت نہ آئے گی تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم بیشک ضرور تم پر آئے گی غیب جاننے والا اس سے غیب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے

اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳﴾ (پ۲۲السبا۳)	والی کتاب میں ہے۔

پروردگار کی قسم کھاتے ہوئے اس کے لیے عَالِمُ الْغَیْب کی صفت استعمال کرنے سے خود بخود اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کا آنا تو یقینی ہے مگر اس کے آنے کا وقت عَالِمُ الْغَیْب کے سوا کسی کو معلوم نہیں قیامت کے حقیقی ہونے کو خدا نے نہایت حکیمانہ طریقہ سے یہ کہہ کر کہ جس طرح آج کے بعد کل کا آنا یقینی ہے اسی طرح آخرت کا بھی وقوع پذیر ہونا لازمی ہے اور اسی لیے خدا نے اس روزِ آخرت کے لیے انسان کو تیاری کرنے کی ہدایت فرمائی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسۡتَوِیۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۲۰﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے اُنہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں، دوزخ والے اور جنّت والے برابر نہیں، جنّت والے ہی مراد کو پہنچے۔ (پ۲۸سورۃالحشر۱۸)

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡهَا لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا تَسۡعٰی ﴿۱۵﴾ فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا یُؤۡمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرۡدٰی ﴿۱۶﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** بے شک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اُسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔ (پ۱۶سورہ طٰہٰ۱۶)

وَ اَنَّهٗ یُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡهَا ۙ	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور یہ کہ وہ مردے جِلائے گا اور یہ کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اس لیے کہ قیامت آنے والی اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے

وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾	گا اُنہیں جو قبروں میں ہیں۔(پ۱۷سورۃ الحج ۶۔۷)

جہاں تک دوبارہ زندہ کیے جانے کا سوال ہے منکرین اس کا مذاق قصہ ٔ پارینہ کہہ کر اڑاتے تھے؛ اس لیے خدائے تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾	**ترجمہ ٔ کنز الایمان:** بلکہ انہوں نے وہی کہی جو اگلے کہتے تھے، بولے: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں کیا پھر نکالے جائیں گے بے شک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے باپ دادا کو دیا گیا، یہ تو نہیں مگر وہی اگلی داستانیں۔ (پ۱۸سورۃ المؤمنون ۸۱۔۸۲۔۸۳)

خدائے تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیے جانے کی وجہ بھی اُنہیں بتائی جس کا براہِ راست تعلق عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے سے ہے، فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾	**ترجمہ ٔ کنز الایمان:** یہ ہے تمہارا اللہ تمہارا رب تو اس کی بندگی کرو تو کیا تم دھیان نہیں کرتے اسی کی طرف تم سب کو پھرنا ہے اللہ کا سچا وعدہ بیشک وہ پہلی بار بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا کہ ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے انصاف کا صلہ دے اور کافروں کے لیے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب بدلا ان کے کفر کا۔ (سورۃ یونس ۳۔۴)

منکرین اگر کبھی سنجیدگی سے بھی قیامت کے یقینی ہونے پر رسول اللہ کی طرف مخاطب ہوتے تھے تب بھی طنزیہ انداز ہی میں استفسار کرتے تھے کہ

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ (پ۲۹سورۃ الملک ۲۵)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے۔ (پ۹،الاعراف: ۱۸۷۔)

(يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾)

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔(پ۳۰،النزعٰت: ۴۲)

ان سوالات کا جواب انہیں بار بار دیا جاتا رہا، چند جوابات درج ذیل ہیں جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دلوائے گئے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** تم سے قیامت کو پُوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت لوگ جانتے نہیں۔ (پ۹الاعراف۱۸۹)

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔ تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔ (پ۳۰النزعٰت ۴۳۔۴۴۔۴۵)

قیامت کا وقت چھپائے جانے کی حکمت

اس وقت کو مخفی اس لیے رکھا گیا ہے کہ آزمائش کا مدّعا پورا ہو سکے اور جب یہ ساعتِ مُنتَظَرہ یعنی گھڑی جس کا

انتظار تھا) آئے تو ہر شخص کو جس نے دنیا میں جیسی سعی کی ہے اس کا اُسے ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جا سکے۔

فیصلہ کی گھڑی کو دور سمجھ لینا انسان کی سب سے بڑی بھول ہے کیونکہ انسان کی ہر سانس آخری سانس ہو سکتی ہے آخرت پر یقین رکھنے اور نہ رکھنے والوں کا نفسیاتی تجزیہ خدا نے اس طرح پیش کیا ہے:

(وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو، اس کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جنہیں اس پر ایمان ہے وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے، سنتے ہو بے شک جو قیامت میں شک کرتے ہیں ضرور دور کی گمراہی میں ہیں۔ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۷-۱۸۔)

ابتدائی دور کی سورتوں میں "عقیدۂ آخرت" پر زور دینے کی وجہ

مکی دور میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت میں سب سے زیادہ جس چیز کا مذاق منکرین نے اڑایا وہ آخرت کے وجوب سے تھا اور وہ اس بات پر صرف حیرانی اور تعجب کا ہی اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ اسے بالکل بعید از عقل و امکان سمجھ کر اسے ناقابل یقین ہی نہیں بلکہ ناقابل تصوُّر سمجھتے تھے مگر چونکہ آخرت کے عقیدے کو مانے بغیر انسان کا طرزِ فکر سنجیدہ نہیں ہو سکتا، خیر و شر کے معاملے میں اس کا معیارِ اَقدار بدل نہیں سکتا اور وہ دنیا پرستی کی راہ چھوڑ کر اسلام کی راہ پر نہیں چل سکتا اس لیے مکہ مُعَظَّمَہ کے ابتدائی دور کی سورتوں میں زیادہ تر زور آخرت کا عقیدہ دلوں میں بٹھانے میں صَرف کیا گیا اور اس انداز میں کیا گیا کہ توحید کا تصوُّر بھی خود بخود ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔

عقیدۂ آخرت پر عقلی دلائل

مادیت پرستی کے اس دور میں واضح طور پر محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے افکار و اعمال پر اب مذہب کی گرفت دن بہ دن ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کی باز پُرس کا خطرہ اب ایک تصوُّرِ موہوم ہو کر رہ گیا ہے حالانکہ غور فرمایئے تو مذہب کی بنیاد ہی عقیدۂ آخرت پر ہے۔

عقیدۂ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا یقین دل میں راسخ ہو جائے کہ ہم مرنے کے بعد پھر دوبارہ

زندہ کیے جائیں گے اور خدا کے سامنے ہمیں اپنی زندگی

کے سارے اعمال کا حساب دینا ہو گا اور اپنے عمل کے اعتبار سے جزا و سزا دونوں طرح کے نتائج کا ہمیں سامنا کرنا پڑے گا، اسی یَوْمُ الْحِساب (یعنی حساب کے دن) کا نام مذہبِ اسلام کی زبان میں قیامت ہے۔

عقیدۂ آخرت کے مُحَرّکات

اگر آخرت کا یہ اعتقاد دلوں سے نکل جائے تو مذہب کی پابندی کا سوال ہی بے معنی ہو کر رہ جائے، آخر کوئی آدمی کیوں رمضان کے مہینے میں سارا دن اپنے آپ کو بھوکا پیاسا رکھے، ٹھٹھرتی ہوئی سردی میں کیوں کوئی اپنے گرم لحاف سے نکل کر مسجد کی طرف جائے، اپنے خون پسینے سے کمائی ہوئی دولت کیوں کوئی زکوۃ کے نام پر غریبوں میں لٹائے، خواہشِ نفس اور قدرت و اختیار کے باوجود کیوں کوئی ایسی بہت ساری چیزوں سے منہ موڑے جسے مذہب نے ممنوع قرار دیا ہے؟ یہ ساری مشقتیں اور تکلیفیں صرف اسی لیے تو گوارا کرلی جاتی ہیں کہ ان کے پیچھے یا تو عذاب کا خطرہ لاحق ہے یا پھر دائمی آسائش و راحت کا تصوُّر مذہب کی ہدایات پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے یہ دو محرکات ہیں جو دل کے ارادوں پر حکومت کرتے ہیں دوسرے لفظوں میں اسی عقیدے کا نام اِیمان بِالْغَیب ہے یعنی اپنی آنکھ سے دیکھے اور اپنے کان سے سنے بغیر ان حقائق کا اپنے مشاہدہ سے بھی بڑھ کر یقین کیا جائے جن کی خبر رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

آدمی اپنی سرِشت کے اعتبار سے چونکہ مشاہدات پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے اس لیے بہت سے لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب ہم بالکل سڑ گل جائیں گے اور جب ہمارا جسم مٹی کا غبار بن کر ہر طرف بکھر جائے گا تو ان حالات میں ہم دوبارہ کیونکر زندہ کیے جاسکیں گے ؟ عقیدۂ آخرت کے سوال پر اِلْحاد و تشکیک کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہم شدّت سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسے عقلی دلائل سے اتنا مُسَلَّم کر دیا جائے کہ عقلِ غلط اَندیش بھی سر جھکالے اور یہ الزام بھی رَفع ہو جائے کہ اندھی تقلید کے علاوہ عقیدۂ آخرت کی کوئی عقلی بنیاد نہیں ہے۔

پہلی دلیل

اپنی بات کا آغاز ہم مشاہدہ سے کرتے ہیں کہ انسانی معلومات کا سب سے پہلا ذریعہ مشاہدہ ہی ہے،

چوبیس ہزار میل کی گولائی والی یہ زمین، آسمان کی بلندیوں سے گلے ملتے ہوئے پہاڑوں کی یہ قطار اور بے پایاں وسعتوں میں پھیلا ہوا سمندروں کا یہ لہراتا ہوا خطہ یہ ساری چیزیں ہم سے سوال کرتی ہیں کہ ہمیں کس نے پیدا کیا؟

ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب سِوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان ساری چیزوں کو خدائے وَحْدَہٗ لَاشَرِیک نے پیدا کیا پھر اس کے بعد دوسرا سوال اٹھے گا کہ زمین کس چیز سے بنائی گئی، پانی کا مادّہ تخلیق کیا تھا اور پہاڑوں کا وجود کس چیز کے ذریعہ عمل میں آیا؟ اگر اپنی حماقت سے کسی چیز کا نام لے لیا گیا تو پھر اس چیز کے بارے میں اسی طرح کا سوال اٹھے گا اور سوالات کا یہ سلسلہ اٹھتا ہی رہے گا جب تک کہ یہ سچی بات کہہ نہ دی جائے کہ خداوندِ قدیر نے ان ساری چیزوں کو بغیر کسی مادّہ کے صرف اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

قدرت سے پیدا کرنے کا مطلب

قدرت سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اس کے لیے لفظ کُنْ (یعنی ہو جا) فرما دیا اور وہ چیز خدا کی مرضی کے مطابق وجود میں آگئی، جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْــٴًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾	**ترجمۂ کنزالایمان:** اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ (پ۲۳، یٰسٓ: ۸۲۔)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اتنی بڑی زمین اور اتنا بڑا آسمان خداوندِ قدیر نے بغیر کسی مادہ سے محض اپنی قدرت سے پیدا کیا تو یہ بات عقل کو بھی تسلیم کرنی ہوگی کہ اس خدائے حی و قدیر کے لیے سڑے گلے مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔

قرآنِ حکیم نے عقیدۂ آخرت کے سلسلے میں اس طرح کے شبہے کا جواب جتنی بلاغت کے ساتھ دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک گستاخ کافر نے ایک بوسیدہ ہڈی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ کیا سڑی گلی ہڈی دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں قرآن کی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ	**ترجمۂ کنزالایمان:** اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے

یُحۡیِ الۡعِظٰمَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ یُحۡیِیۡہَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَہَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَ ہُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمُۨ ﴿۷۹﴾	اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ تم فرماؤ انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے (پ ۲۳ یس ۷۸۔۷۹)

(تفسیر خازن، یس، تحت الآیۃ: ۷۸، ۴/۱۳)

انسانی دنیا کا یہ دستور سامنے رکھئے تو جواب کی بلاغت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کہ کام پہلی بار مشکل ہوتا ہے دوسری بار تو بالکل آسان ہو جاتا ہے لیکن جو کام خدا کے لیے پہلی بار بھی مشکل نہیں تھا وہ دوسری بار کیونکر مشکل ہو جائے گا!؟

دوسری دلیل

اس عالمِ ہستی میں انسان کی آمد پر آپ غور کریں گے تو آپ پر یہ راز کھلے گا کہ انسان اچانک یہاں نہیں آگیا بلکہ اس عالم میں قدم رکھنے سے پہلے کئی عالم سے وہ گزر چکا تھا، پہلا عالم "عالمِ اَرواح" ہے جہاں اس کی روح موجود تھی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ استقرارِ حمل[1] کے کچھ عرصہ بعد جب بچے کے جسم میں روح داخل ہوتی ہے اور وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچے کے جسم میں داخل ہونے سے پہلے وہ روح کہاں تھی یا کہاں سے آئی؟ وہ جہاں بھی موجود ہو یا جہاں سے بھی آئی ہو اسی عالم کا نام "عالمِ اَرواح" ہے۔

اب عالمِ ارواح کے بعد دوسرا عالم ہے "شکمِ مادر"[2] جسے "عالمِ اَرحام" بھی کہا جاتا ہے، اس عالم میں بھی انسان کو کم و بیش نو مہینے رہنا پڑتا ہے، ایک منٹ رک کر ذرا قدرت کا یہ حیرت انگیز انتظام دیکھئے کہ ایک چلتی پھرتی قبر میں نو مہینے تک ایک بچہ زندہ رہتا ہے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسانی زندگی کے لیے جتنے اَسباب کی ضرورت ہے وہ سارے اسباب بچے کو وہاں فراہم کیے جاتے ہیں۔

شکمِ مادر سے باہر آجانے کے بعد اگر ساری دنیا کے اطباء و حکماء چاہیں کہ پیٹ چاک کر کے پھر بچے کو دوبارہ اس جگہ منتقل کر دیں تو یقین ہے کہ ایک منٹ بھی وہاں زندہ نہیں رہ سکے گا، یہیں سے خدا اور بندوں کے انتظام کا فرق سمجھ میں آجاتا ہے کہ جو چیز بندوں کے لیے ناممکن ہے وہ خدا کی قدرت کے سامنے ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ہر عالم کا ماحول اور تقاضا الگ الگ ہے، ایک کا قیاس دوسرے پر نہیں کیا

جاسکتا۔

اتنی تفصیل کے بعد کہنا یہ ہے کہ عالمِ دنیا میں آنے سے پہلے اگر انسان کو مرحلہ وار دو عالم سے گزرنا پڑتا ہے تو عالم دنیا کے بعد بھی اگر کوئی چوتھا عالم مان لیا جائے تو اس میں کیا عقلی قباحت ہے؟ اسی چوتھے عالم کا نام ہم عالم آخرت رکھتے ہیں، اگر اسی نام سے اختلاف ہے تو کوئی اور نام رکھ لیا جائے لیکن ایک چوتھا عالم تو بہر حال ماننا ہی پڑے گا؛ کیونکہ مرنے کے بعد جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو وہی سوال یہاں بھی اٹھے گا کہ نکل کر وہ کہاں گئی؟ وہ جہاں بھی گئی ہو اسی کا نام عالمِ آخرت ہے۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے وجود کو مرحلہ وار چار عالموں سے گزرنا پڑتا ہے، دو عالم سے تو ہم گزر چکے ہیں، یہ دنیا تیسرا عالم ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں اور چوتھے عالم میں مرنے کے بعد قدم رکھیں گے۔

تیسری دلیل

جس طرح زمین و آسمان کا وجود کسی بالاتر ہستی کی مشیت کا نتیجہ ہے اسی طرح انسان کی تخلیق بھی اسی قدرت سے ہوتی ہے اور وہی اس کارخانہ ہستی کو اپنی مرضی کے مطابق چلا رہا ہے وہی آسمان سے پانی برساتا ہے وہی زمین سے دانے اگاتا ہے اور وہی انسانی زندگی کے لیے سارے اسباب فراہم کرتا ہے۔

اسی نے انسان کو اَشرفُ المخلوقات بنایا اور عقل و فہم کی نعمت سے آراستہ کر کے خیر وشر اور صحیح و غلط میں امتیاز کرنے کی قوت عطا فرمائی۔

اس کائنات میں انسان کا مقام جتنا بلند ہے اسی اعتبار سے اس پر ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں، بہت سے فرائض کا اسے پابند کیا گیا ہے اور بہت سی چیزوں سے اسے روک دیا گیا ہے۔ فرائض کی پابندی کرنے والوں کو انعام وجزا کی بشارت دی گئی ہے اور ممنوعات کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا کا خوف دلایا گیا۔ جس خدا نے انسانوں کو پیدا کیا، انہیں پالا اور جگہ جگہ بے شمار نعمتوں کے دستر خوان ان کے لیے بچھائے اور بے پایاں رحمت و کرم کے ساتھ قدم قدم پر ان کی ناز برداری کی اسے قطعاً حق پہنچتا ہے کہ نافرمانوں کو وہ سزا دے اور اطاعت شعاروں کو خلعتِ اکرام سے نہال کرے۔

ان حالات میں عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ زندگی بھر کے اعمال کا محاسبہ کرنے کے لیے حساب و کتاب کا ایک دن مقرر کیا جائے تا کہ اطاعت شِعاروں کو انعام واکرام سے نوازا جائے اور نافرمانوں کو سزا دی جائے، اگر

فیصلہ کا کوئی دن مقرر نہ ہو تو جزا و سزا کا قانون بے معنیٰ ہو کر رہ جائے۔

اب یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ فیصلہ کا جو دن مقرر کیا گیا ہے اس کا نام قیامت کا دن ہے، اور وہ عالم آخرت میں پیش آئے گا۔

چوتھی دلیل

عقیدۂ آخرت کے منکرین کے پاس سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ عالمِ دنیا کے علاوہ بھی اگر کوئی اور عالم ہے تو وہ ہماری آنکھوں سے نظر کیوں نہیں آتا اور اس عالم کی آواز ہمارے کانوں تک کیوں نہیں پہنچتی؟ اس مقام پر ذرا جہل کی فطرت کی ہم آہنگی دیکھئے کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کی قوم کے گمراہ لوگوں نے بھی یہی کہا تھا جیسے کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوا:

وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ یٰمُوۡسٰی لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہۡرَۃً فَاَخَذَتۡکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ﴿۵۵﴾	**ترجمۂ کنز الایمان:** اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ (پ۱ البقرۃ ۵۵)

لیکن یہ نادان اس بات کو نہیں سمجھتے کہ کسی چیز کا آنکھوں سے مشاہدہ نہ ہونا اس چیز کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے اور کسی آواز کو اپنے کانوں نہ سن سکنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آواز کا وجود ہی نہیں ہے۔

آج کے مشینی دور میں اس کی بہت سی زندہ مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں، مثال کے طور پر کسی بھی ریڈیو اسٹیشن سے جو آواز نشر کی جاتی ہے وہ ریڈیائی لہروں کے ذریعہ فضا میں ہر طرف پھیل جاتی ہے اس کی لہریں ہمارے کانوں کے قریب سے گزرتی رہتی ہیں لیکن آواز سنائی نہیں دیتی لیکن جیسے ہی ہم ریڈیو آن کرتے ہیں فضا میں تیرنے والی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرانے لگتی ہے۔

بالکل اسی طرح ٹیلی ویژن سینٹر سے روشنی کی لہروں کے دوش پر جو تصویریں ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہیں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزرتی رہتی ہیں لیکن ہمیں فضا میں کوئی منظر دکھائی نہیں دیتا اور جیسے ہی ہم ٹیلی ویژن بکس کا بٹن دباتے ہیں اسکرین پر ساری تصویریں ہمیں نظر آنے لگتی ہیں اسی طرح کسی کے پھیپھڑے کا سیاہ دھبہ ہمیں باہر سے نظر نہیں آتا لیکن ایکسرے مشین نہ صرف یہ کہ اس دھبے کو دیکھ لیتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی

دکھادیتی ہے۔

ان ساری مثالوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ موجود ہونے کے باوجود بہت سی چیزوں کے دیکھنے اور سننے سے ہم صرف اس لیے قاصر رہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے مشاہدہ کے لیے ذرائع نہیں ہیں، نہ آنکھوں میں اس کے لیے قوتِ بصارت ہے اور نہ کانوں میں اس کے لیے قوتِ سماعت ہے، اس لیے اصل سوال مشاہدہ کے فقدان کا نہیں بلکہ ذرائع کے فقدان کا ہے۔

اور ایسا اس لیے ہے کہ جس نے ہمیں آنکھیں عطا کی ہیں، ہمیں کان مرحمت فرمائے ہیں اس نے بصارت و سماعت کی قوتوں کے لیے حدیں بھی مقرر کر دی ہیں ہم اپنی آنکھوں سے مصری کی ڈلی تو دیکھ لیتے ہیں لیکن اس کی مٹھاس نہیں دیکھ سکتے اسی طرح آنکھیں صرف مادّی چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں مصری کی مٹھاس اور سنکھیا کا زہر چونکہ ایک معنوی حقیقت ہے اس لیے آنکھوں میں اس کے دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں دی گئی ہے۔

پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اس عالم کی معنوی حقیقت کو دیکھنے کی قوت ہماری آنکھوں میں نہیں ہے تو وہ عالم آخرت جس کا تعلق عالمِ غیب سے ہے اسے ہماری آنکھیں کیونکر دیکھ سکتی ہیں؟ البتہ خدا نے اپنے جن مقرب بندوں کو غیبی قوتِ ادراک سے سرفراز کیا ہے وہ اسی دنیا میں غیبی حقیقتوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ حدیثوں میں اس طرح کی روایتیں کثرت سے ملتی ہیں کہ حضور پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی زمین پر کھڑے ہو کر جنّت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا ہے، جہاں تک بیان کیا گیا ہے حضور نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر جنّت کے انگور کا ایک خوشہ توڑ لیں لیکن پھر خیال کچھ آیا اور ہاتھ کھینچ لیا۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام فی الصلاۃ، ۱/۲۶۵، الحدیث: ۷۴۸۔)

حضرت جبرئیل امین عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں تو سبھی جانتے ہیں کہ وہی خدائے ذوالجلال کی وحی لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضور بے تکلف انہیں دیکھتے تھے اور براہِ راست ان کی آواز سنتے تھے حالانکہ حضرت جبرئیل امین عالم دنیا کی نہیں عالم غیب کی ہستی ہیں۔

یہ روایت بھی حدیثوں میں موجود ہے کہ قبرستانوں سے گزرتے ہوئے حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس امر کا بھی مشاہدہ فرمالیتے تھے کہ عالمِ برزخ میں کسی مردے کا کیا حال ہے

(بخاری، کتاب الوضوء، ۵۹-باب، ۱/۹۶، الحدیث: ۲۱۸۔)

حالانکہ مرنے کے بعد عذاب وثواب کا سارا معاملہ عالمِ غیب سے تعلق رکھتا ہے۔ ان ساری بحثوں سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ عالمِ آخرت کے حقائق اپنی جگہ پر موجود ہیں، کمی جو کچھ ہے وہ ہمارے اندر ہے کہ ان کے مشاہدے کے لیے روح میں جس لطافت کی ضرورت ہے وہ ہر انسان کو میسر نہیں ہے۔

پانچویں دلیل

تاریخِ عالم کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ عالمِ آخرت کا تصوُّر انسان کی فطرت میں اس طرح وَدِیعت کر دیا گیا ہے کہ عہدِ قدیم سے دنیا کی ساری اَقوام کسی نہ کسی شکل میں مرنے کے بعد جزا و سزا کے عقیدہ سے منسلک رہی ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب کے پاس مردے کی نجات و مغفرت کے لیے کچھ نہ کچھ مذہبی رسوم ضرور ادا کیے جاتے ہیں، اس کے لیے چاہے طریقے مختلف ہوں لیکن تصوُّر تو مشترک ہے۔

آپ مختلف زبانوں کی لغات کا تفصیلی جائزہ لیں تو جنت کے دوزخ کے ہم معنی الفاظ آپ کو ہر زبان میں مل جائیں گے اور یہ اصول اہلِ زبان کے درمیان مُسَلَّم ہے کہ ہر زبان میں اسی مفہوم کے لیے الفاظ وضع کیے جاتے جو اہلِ زبان کے تصوُّر میں پہلے سے موجود ہوتا ہے، بحث کے اس رخ سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عالمِ آخرت کا تصوُّر صرف اہلِ اسلام ہی کے عقیدے میں نہیں ہے بلکہ دنیا کے سارے انسانوں کی فطرت اسی عقیدہ سے ہم آہنگ ہے۔

چند مخصوص طبقات اور چند مخصوص عہد کے لوگوں کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ فکر و اعتقاد کی غلطیوں میں مبتلا ہوگئے لیکن نسلِ انسانی کے یوم آغاز سے لے کر آج تک بلا تفریق ساری دنیا کے انسانوں پر یہ الزام ہرگز عائد نہیں کیا جاسکتا کہ آخرت کے تصوُّر کو اپنے مذہبی عقائد کی فہرست میں شامل کر کے وہ فریبِ مسلسل کا شکار رہے، خاص طور پر ان حالات میں جب کہ عقیدۂ آخرت کی تعلیم دینے والوں میں وہ انبیاء و مرسلین(عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) بھی ہیں جن کی شخصیتیں نہ صرف اہلِ اسلام میں بلکہ اقوامِ عالم میں بھی مُسَلَّمُ الثُّبوت(1)اور عزت و شرف کی حامل ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے اپنے حلقے میں مذہبی اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے جانے اور مانے جاتے ہیں، اس لیے کہنے دیا جائے کہ اگر تاریخ کے ہر دور کے سارے انسانوں کو ہم جھوٹا قرار دے دیں تو پھر اس دنیا میں کون سچا رہ جائے گا؟

اپنے مضمون کے آخری مرحلے سے گزرتے ہوئے یہ فقرہ ضرور چسپاں کروں گا کہ عقیدۂ آخرت کی تکذیب کرنے والا صرف کسی ایک طبقے کی تکذیب نہیں کرتا بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ہر عہد کے سارے انسانوں کو وہ جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی ہوشمند انسان اس جارحانہ اندازِ فکر سے ہر گز اتفاق نہیں کرے گا۔

عقیدۂ آخرت

قیامت و بعث و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و دوزخ سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے مگر ان کے نئے معنی گھڑے (مثلاً ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا یا حشر فقط روحوں کا ہونا) وہ حقیقۃً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ (بہار شریعت، ۱/۱۵۱)

قِیامت کے مُتَعَلِّق کُفریات کی 8 مثالیں

(1) قِیامت کا اِنکار کرنے والا کافر ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج2 ص274، بہار شریعت حصہ اول ص67)

(2) کسی سے کہا گیا: "دنیا چھوڑ تا کہ تجھے آخِرت ملے۔" اس نے کہا: "میں اُدھار کے بدلے نقد نہیں چھوڑتا" یہ قول کفر ہے۔ (اَلْبَحْرُ الرَّائِق ج5 ص204)

(3) جو کہے: "مجھے گندُم دیدے میں قِیامت میں تجھے جَو دیدوں گا" یہ قول کفر ہے کیونکہ اس میں قِیامت کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ (مِنَحُ الرَّوض ص521)

(4) مطلقاً اس طرح کہنا: "میرا مَحشر سے کیا تَعَلُّق! یا کہا: (5) میں مَحشر (یعنی مرنے کے بعد زِندہ ہو کر جمع ہونے کی جگہ) سے نہیں ڈرتا یا کہا: (6) میں قِیامت سے نہیں ڈرتا" یہ تینوں اقوال کفریہ ہیں۔

(الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاویٰ الھندیۃ ج6 ص343)

(7) جس نے کہا: دنیا میں روٹی ہونی چاہئے، آخِرت میں جو چاہے ہو۔ یہ کلِمۂ کُفر ہے۔

(مِنَحُ الرَّوض ص522)

(8) حسابِ قِیامت کے مُنکِر (انکار کرنے والے) پر حکم کفر ہے۔

(مِنَحُ الرَّوض ص520، بہار شریعت حصہ اول ص73)

آٹھواں باب

جنت و دوزخ کے متعلق عقائد

جنّت و دوزخ کے متعلق (۴) عقائد

عقیدہ: (۱) جنت و دوزخ حق ہیں، ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

عقیدہ: (۲) جنت و دوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب موجود ہیں، یہ نہیں کہ اس وقت تک مخلوق نہ ہوئیں، قیامت کے دن بنائی جائیں گی۔

عقیدہ: (۳) جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔

عقیدہ: (۴) دوزخ ایک مکان ہے کہ اُس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمّہ ہے اُس کی بے شمار نعمتوں سے، اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیت کہ اِدراک کی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔

جنّت کا بیان

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔

جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اُس کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حُور اپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اسکی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ۔

اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھرَ چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان و زمین اُس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹادے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹادیتا ہے۔

جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیاومافیہاسے بہتر ہے۔

جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی جانیں، اِجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں ۱۰۰ سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے، اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں، البتہ ایک حدیث "ترمذی" کی یہ ہے: "کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔"

جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ۱۰۰ سو برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔

جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی ستّر برس کی راہ ہو گی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہو گی کہ مونڈھے سے مونڈھا چِھلتا ہو گا، بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چَرچَرانے لگے گا۔

اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔

جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مُشک کے گارے سے بنی ہیں، ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زَبَرجَد سبز کی، اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی۔

جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہو گا جس کی بلندی ساٹھ میل۔

جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر اِن سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جاری ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں، بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں، نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی۔

وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبُو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں، آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، وہ پاک شراب اِن سب باتوں سے پاک ومنزّہ ہے۔

جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً ان کے سامنے موجود ہو گا، اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اُسی وقت بُھنا ہوا اُن کے پاس آجائے گا، اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے خود ہاتھ میں آجائیں گے، ان میں ٹھیک اندازے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہو گا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔

وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے، ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی، خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، سب کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔

ہر شخص کو ۱۰۰ سو آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔

ہر وقت زبان سے تسبیح وتکبیر بہ قصد اور بلا قصد مثل سانس کے جاری ہو گی۔

کم سے کم ہر شخص کے سرہانے د۱۰ اس ہزار خادم کھڑے ہونگے، خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہو گا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہو گی، جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہو گی بلکہ زیادتی ہو گی، ہر نوالے میں ۷۰ ستّر مزے ہوں گے، ہر مزہ دوسرے سے ممتاز، وہ معاً محسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہو گا، جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہو گی۔

پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا، اُن کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ، جنتی سب ایک دل ہوں گے، ان کے آپس میں کوئی اختلاف وبغض نہ

ہو گا، ان میں ہر ایک کو حورِ عِین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستّر ستّر جوڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا، جیسے سفید شیشے میں شرابِ سُرخ دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انہیں یاقوت سے تشبیہ دی اور یاقوت میں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رُخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجہ کا جو موتی ہو گا، وہ ایسا ہو گا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کر دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا تو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔

اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے بے ہوش ہو جائے، اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں، مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کو آری پائے گا، مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اُس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہو جائے۔

اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں۔

جب کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی، مگر اُن کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی حمد و پاکی ہو گا، وہ ایسی خوش گُلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہو گی اور یہ بھی گائیں گی: کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی نہ مریں گے، ہم چین والیاں ہیں، کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گے، ہم راضی ہیں ناراض نہ ہوں گے، مبارک باد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔

سر کے بال اور پلکوں اور بھَووں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سُرمگیں آنکھیں، تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے، کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔

ادنیٰ جنتی کے لیے اَسّی ۸۰ ہزار خادم اور ۷۲ بہتّر بیبیاں ہوں گی اور اُن کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشن کر دے۔

اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی)، خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی۔

جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔

جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر اُنھیں دنیا کی ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرشِ الٰہی ظاہر ہو گا اور رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زَبرجَد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر اور اُن میں کا ادنیٰ مشک و کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور اُن میں ادنی کوئی نہیں، اپنے گمان میں کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہو گا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے، کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلّی فرمائے گا، ان میں سے کسی کو فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے، جس دن تُونے ایسا ایسا کیا تھا...؟! دنیا کے بعض مَعاصی یاد دلائے گا، بندہ عرض کریگا: تو اے رب! کیا تُونے مجھے بخش نہ دیا؟ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تُو اِس مرتبہ کو پہنچا، وہ سب اسی حالت میں ہونگے کہ اَبر چھائے گا اور اُن پر خوشبو برسائے گا، کہ اُس کی سی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی اور اللہ عزوجل فرمائے گا: کہ جاؤ اُس کی طرف جو میں نے تمہارے لیے عزت تیار کر رکھی ہے، جو چاہو لو، پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں، اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے، اُن کے ساتھ کر دی جائے گی اور خرید و فروخت نہ ہو گی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے، چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا، اس کا لباس پسند کریگا، ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہو گی کہ خیال کریگا، میرا لباس اُس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ اُن کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارکباد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ھمارے پاس سے آپ گئے تھے، جواب دیں گے کہ پروردگار جبّار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔

جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔

سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم وخدّام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور اُن میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجہِ کریم کے دیدار سے ہر صبح وشام مشرّف ہو گا۔

جب جنتی جنت میں جالیں گے اللہ عزوجل اُن سے فرمائے گا: کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے: تُو نے ہمارے مونھ روشن کیے، جنت میں داخل کیا، جہنم سے نجات دی، اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اُٹھ جائے گا تو دیدارِ الٰہی سے بڑھ کر انھیں کوئی چیز نہ ملی ہو گی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَۃَ وَجْھِكَ الْکَرِیْمِ بِجَاہِ حَبِیْبِكَ الرَّؤُوْفِ الرَّحِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالتسلیمُ، اٰمین!

دوزخ کا بیان

یہ ایک مکان ہے کہ اُس قہار وجبار کے جلال وقہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت ونعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات وتصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمّہ ہے اُس کی بے شمار نعمتوں سے، اسی طرح اس کے غضب وقہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف واذیت کہ اِدراک کی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔ قرآنِ مجید واحادیث میں جو اُس کی سختیاں مذکور ہیں، ان میں سے کچھ اِجمالاً بیان کرتا ہوں، کہ مسلمان دیکھیں اور اس سے پناہ مانگیں اور اُن اعمال سے بچیں جن کی جزا جہنم ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے، جہنم کہتا ہے: اے رب! یہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے، تُو اس کو پناہ دے۔

قرآن مجید میں بکثرت ارشاد ہوا کہ جہنم سے بچو! دوزخ سے ڈرو! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو سکھانے کے لیے کثرت کے ساتھ اُس سے پناہ مانگتے۔

جہنم کے شرارے (پھول) اُونچے اُونچے محلوں کی برابر اُڑیں گے، گویا زَرد اُونٹوں کی قطار کہ پیہم آتے رہیں گے۔

آدمی اور پتھر اُس کا ایندھن ہے، یہ جو دنیا کی آگ ہے اُس آگ کے ستّر جُزوں میں سے ایک جُز ہے۔

جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہو گا، اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی، جس سے اُس کا دماغ ایسا کَھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کَھولتی ہے، وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے، حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے، سب سے ہلکے درجہ کا جس پر عذاب ہو گا، اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا: کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیہ میں دیدے گا؟ عرض کریگا: ہاں! فرمائے گا: کہ جب تُو پُشتِ آدم میں تھا تو ہم نے اِس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا۔

جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی، یہاں تک کہ سُرخ ہو گئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سفید ہو گئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی، تو اب وہ نِری سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قسم کھا کر عرض کی: کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اور قسم کھا کر کہا: کہ اگر جہنم کا کوئی داروغہ اھلِ دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کُل کے کُل اس کی ہَیبت سے مر جائیں اور بقسم بیان کیا: کہ اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انہیں قرار نہ ہو، یہاں تک کہ نیچے کی زمین تک دھنس جائیں۔

یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے، پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے، مگر تعجب ہے انسان سے کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اُس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ بھی ڈرتی اور پناہ مانگتی ہے۔

دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے، حدیث میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستّر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے گی اور اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا، حالانکہ یہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔

پھر اُس میں مختلف طبقات و وَادی اور کوئیں ہیں، بعض وادی ایسی ہیں کہ جہنم بھی ہر روز ستّر مرتبہ یا زیادہ اُن سے پناہ مانگتا ہے، یہ خود اس مکان کی حالت ہے، اگر اس میں اور کچھ عذاب نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا! مگر کفّار کی سَرزَنِش کے لیے اور طرح طرح کے عذاب مہیّا کیے، لوہے کے ایسے بھاری گُرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گُرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن وانس جمع ہو کر اُس کو اُٹھا نہیں سکتے۔

بُختی اونٹ کی گردن برابر بچھو اور اللہ (عزوجل) جانے کس قدر بڑے سانپ کہ اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش، درد، بے چینی ہزار برس تک رہے۔

تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کَھولتا پانی پینے کو دیا جائے گا، کہ مونھ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی۔ سر پر گرم پانی بہایا جائے گا۔

جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی، خاردار تُھوہڑ کھانے کو دیا جائے گا، وہ ایسا ہو گا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آئے تو اس کی سوزش و بدبُو تمام اھلِ دنیا کی معیشت برباد کر دے اور وہ گلے میں جا کر پھندا ڈالے گا، اس کے اتارنے کے لیے پانی مانگیں گے، اُن کو وہ کَھولتا پانی دیا جائے گا کہ مونھ کے قریب آتے ہی مونھ کی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی، اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی۔

پیاس اس بلا کی ہو گی کہ اس پانی پر ایسے گریں گے جیسے تونس کے مارے ہوئے اونٹ۔

پھر کفّار جان سے عاجز آکر باہم مشورہ کر کے مالک علیہ الصلاۃ والسلام داروغہ جہنم کو پکاریں گے: کہ اے مالک (علیہ الصلاۃ والسلام)! تیرا رب ھمارا قصہ تمام کر دے، مالک علیہ الصلاۃ والسلام ہزار برس تک جواب نہ دیں گے، ہزار برس کے بعد فرمائیں گے: مجھ سے کیا کہتے ہو، اُس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے!، ہزار برس تک رب العزت کو اُس کی رحمت کے ناموں سے پکاریں گے، وہ ہزار برس تک جواب نہ دے گا، اس کے بعد فرمائے گا تو یہ فرمائے گا: "دُور ہو جاؤ! جہنم میں پڑے رہو! مجھ سے بات نہ کرو!" اُس وقت کفّار ہر قسم کی خیر سے نااُمید ہو جائیں گے اور گدھے کی آواز کی طرح چلّا کر روئیں گے، ابتداء آنسو نکلے گا، جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون روئیں گے، روتے روتے گالوں میں خندقوں کی مثل گڑھے پڑ جائیں گے، رونے کا خون اور پیپ اس قدر ہو گا کہ اگر اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں۔

جہنمیوں کی شکلیں ایسی کرِیہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اُسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبُو کی وجہ سے مر جائیں۔

اور جسم ان کا ایسا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانہ سے دوسرے تک تیز سوار کے لیے تین ۳ دن کی راہ ہے۔ ایک ایک داڑھ اُحد کے پہاڑ برابر ہو گی، کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہو گی، زبان ایک کوس دو کوس تک

مونھ سے باہر گھسٹتی ہو گی کہ لوگ اس کو روندیں گے، بیٹھنے کی جگہ اتنی ہو گی جیسے مکہ سے مدینہ تک اور وہ جہنم میں مونھ سکوڑے ہوں گے کہ اوپر کا ہونٹ سمٹ کر بیچ سر کو پہنچ جائے گا اور نیچے کا لٹک کر ناف کو آ لگے گا۔

ان مضامین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفّار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہو گی کہ یہ شکل اَحسنِ تقویم ہے اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے، کہ اُس کے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے، بلکہ جہنمیوں کا وہ حُلیہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

پھر آخر میں کفّار کے لیے یہ ہو گا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اُسے بند کریں گے، پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قُفل لگایا جائے گا، پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں بھی آگ کا قفل لگایا جائے گا، پھر اِسی طرح اُس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر اور آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا، اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اس کے لیے عذاب ہے۔

جب سب جنتی جنت میں داخل ہو لیں گے اور جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے، اس وقت جنت و دوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لا کر کھڑا کریں گے، پھر مُنادی جنت والوں کو پکارے گا، وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو، پھر جہنمیوں کو پکارے گا، وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید اس مصیبت سے رہائی ہو جائے، پھر ان سب سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے، وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا: اے اھلِ جنت! ہمیشگی ہے، اب مرنا نہیں اور اے اھلِ نار! ہمیشگی ہے، اب موت نہیں، اس وقت اُن کے لیے خوشی پر خوشی ہے اور اِن کے لیے غم بالائے غم۔

نَسْأَلُ اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالآخِرَةِ.

نواں باب

اچھی اور بری تقدیر کے متعلق عقائد

اچھی اور بری تقدیر کے متعلق (۲) عقائد

عقیدہ: (۱) ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ (1) تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔

عقیدہ: (۲) بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے، اسے منجانب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اُس کو شامتِ نفس تصوّر کرے۔

اللہ کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا

ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

('الفقہ الأکبر"، ص۴۰:) ('الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۹، ص۲۸۵.)

تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔

(سنن أبي داود"، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الإیمان ونقصانہ، الحدیث:۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ص۱۵۶۷.)

تقدیر کی قسمیں

تقدیر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مُبرَم حقیقی، کہ علمِ الٰہی میں کسی شے پر معلّق نہیں۔

(۲) معلّقِ محض، کہ صُحفِ ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلّق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے۔

(۳) معلّقِ شبیہ بہ مُبرَم، کہ صُحفِ ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علمِ الٰہی میں تعلیق ہے۔

وہ جو مُبرَم حقیقی ہے اُس کی تبدیل ناممکن ہے، اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو اُنھیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔

("مکتوبات إمام رباني"، فارسی، مکتوب نمبر۲۱۷، ج۱، ص۱۲۳۔۱۲۴.)

ملائکہ قومِ لوط پر عذاب لے کر آئے، سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبیّنا الکریم وعلیہ افضل الصّلاۃ والتسلیم کہ رحمتِ محضہ تھے، اُن کا نامِ پاک ہی ابراہیم ہے، یعنی ابِ رحیم (في "تفسیر القرطبي"، پ۱، البقرۃ: ۱۲۴، ج۱، الجزء الثاني، ص۷۴)، مہربان باپ، اُن کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے، اُن کا رب فرماتا ہے:

يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ (پ۱۲، ھود: ۷۴.)	''ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں۔''

یہ قرآنِ عظیم نے اُن بے دینوں کا رَد فرمایا جو محبوبانِ خدا کی بارگاہِ عزت میں کوئی عزت و وجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کے حضور کوئی دَم نہیں مار سکتا، حالانکہ اُن کا رب عزوجل اُن کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں سے ذکر فرماتا ہے کہ: "ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں"، حدیث میں ہے: شبِ معراج حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ عزوجل کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت فرمایا: "کہ یہ کون ہیں؟" عرض کی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، فرمایا: "کیا اپنے رب پر تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں؟" عرض کی: اُن کا رب جانتا ہے کہ اُن کے مزاج میں تیزی ہے۔

("حلیۃ الأولیاء"، ج۱۰، ص۴۱۷، الحدیث: ۱۵۷۰۸. "کنز العمال"، کتاب الفضائل، فضائل سائر الأنبیائ، رقم: ۳۲۳۸۵، ج۶، الجزء۱۱، ص۲۳۲. "فتح الباری"، کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج، ج۷، ص۱۸۰، تحت الحدیث: ۳۸۸۷.)

جب آیہ کریمہ

(وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى)

''بیشک عنقریب تمھیں تمھارا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔'' ۔پ۳۰،الضحٰی: ۵۔

نازل ہوئی تو حضور سیّدالمحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذاً لاَّ أَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِيْ فِي النَّارِ)). ''ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا، اگر میرا ایک اُمتی بھی آگ میں ہو۔

("التفسیر الکبیر"،پ۳۰،الضحٰی: تحت الآیۃ: ۵،ج۱۱،ص۱۹۴.)

یہ تو شانیں بہت رفیع ہیں، جن پر رفعت عزت وجاہت ختم ہے۔ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم مسلمان ماں باپ کا کچّا بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے اُس کے لیے حدیث میں فرمایا: کہ "روزِ قیامت اللہ عزوجل سے اپنے ماں باپ کی بخشش کے لیے ایسا جھگڑے گا جیسا قرض خواہ کسی قرض دار سے، یہاں تک کہ فرمایا جائے گا: ((أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّہٗ))''اے کچے بچے! اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں چلا جا۔''

(سنن ابن ماجہ"، أبواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء فیمن أصیب بسقط، الحدیث: ۱۶۰۸، ج۲، ص۲۷۳.)

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، مگر ایمان والوں کے لیے بہت نافع اور شیاطین الانس کی خباثت کا دافع تھا، کہنا یہ ہے کہ قومِ لوط پر عذاب قضائے مُبرَمِ حقیقی تھا، خلیل اللہ علیہ الصّلاۃ والسلام اس میں جھگڑے تو اُنھیں ارشاد ہوا: "اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑو... بیشک اُن پر وہ عذاب آنے والا ہے جو پھرنے کا نہیں۔"

اور وہ جو ظاہر قضائے معلّق ہے، اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے، اُن کی دُعا سے، اُن کی ہمّت سے ٹل جاتی ہے اور وہ جو متوسّط حالت میں ہے، جسے صُحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مُبرَم بھی کہہ سکتے ہیں، اُس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔ حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی کو فرماتے ہیں: "میں قضائے مُبرَم کو رد کر دیتا ہوں" (مکتوبات إمام رباني"، فارسی، مکتوب نمبر۲۱۷، ج۱، ص۱۲۳۔۱۲۴.)

اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا: ((إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا أُبْرِمَ)). "بیشک دُعا قضائے مُبرم کو ٹال دیتی ہے۔" (کنزالعمال"، کتاب الأذکار، ج۱، الجزء الثاني، ص۲۸، الحدیث: ۳۱۱۷. بألفاظ متقاربۃ.)

قضا وقدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے

قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ھلاکت ہے، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔

('المعجم الکبیر"، الحدیث: ۱۴۲۳، ج۲، ص۹۵.)

ماوشما کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوعِ اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیے ہیں، کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔

(في "منح الروض الأزہر"، ص۴۲۔۴۳:)

اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا، دونوں گمراہی ہیں۔ (الحدیقۃ الندیۃ"، ج۱، ص۵۰۹:)

بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے، اسے منجانب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اُس کو شامتِ نفس تصوّر کرے۔

(التفسیر الکبیر" پ۱۶، الکھف، ج۷، ص۴۹۲۔۴۹۳،)

تمت بالخیر

الحمد للہ عزوجل اس کتاب کا آغاز رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ بمطابق مئی ۲۰۱۸ء میں کیا گیا اور اختتام بھی رمضان المبارک میں ہو گیا۔

اللہ کریم عزوجل سے دعا ہے کہ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دونوں جہان کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سگِ عطار محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری

مصنف کی دیگر کتابیں

☆...ما فعل اللہ بک (حصہ اول)

☆...ما فعل اللہ بک (حصہ دوم)

☆...ما فعل اللہ بک (حصہ سوم)

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول موضوع عقائد کی حکمتیں

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ دوم موضوع پانچ نمازوں کی حکمتیں

☆...شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ

☆...شفیق المصباح شرح مراح الارواح

☆...شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)

☆...شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

☆...کیا حال ہے؟

☆...قرآنی سورتوں کے مضامین

☆...موت کے وقت

☆...امّتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات